وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

وفاق المدارس

ملتان

جلد نمبر: ۲۲ شمارہ نمبر: ۸ شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مارچ ۲۰۲۵ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485
Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان
شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

دینی مدارس کا اصل مقصود کیا ہے؟	شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ	۳
وفاق المدارس صوبہ پنجاب کا اہم اجلاس	مولانا عبدالقدوس محمدی	۸
وفاق المدارس کے سائے تلے ہم سب ایک ہیں	مولانا عبداللہ مدنی	۱۱
اصولِ کرخی کے تین قواعد کی تشریح	مفتی محمد طارق محمود	۲۲
رمضان.....مومن صادق کی حیاتِ نو	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰
رمضان کا احترام اور ہماری کوتاہیاں	مولانا امداد الحق بختیار قاسمی	۳۵
فضلائے کرام کی خدمت میں چند گذارشات	مولانا عبدالمتین زید مجدہ	۴۱
یونیورسٹیوں اور مدارسِ دینیہ کے ذرائع آمدن	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	۴۵
اسرائیل اور غزہ؛ ایک تم ہو، ایک ہم ہیں	سراج احمد نقشبندی	۵۲
مولانا مفتی عطاء الرحمن نور اللہ مرقدہ	ابوعمار مولانا عبدالمالک	۵۶
سالانہ اجلاس مسؤولین، بلوچستان	مولانا سید عبدالرحیم الحسینی	۶۰
تبصرہ کتب	محمد احمد حافظ	۶۱

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر-سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر-ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ:40 روپے، زر سالانہ مع ڈاک خرچ:540 روپے

صدائے وفاق

دینی مدارس کا اصل مقصود کیا ہے؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

۲۰ر جنوری ۲۰۲۵ بروز پیر لاہور میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا پنجاب سطح کا بہت اہم اور غیر معمولی اجلاس ہوا، جس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے فرمائی۔ اجلاس میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان''؛ پنجاب، اسلام آباد اور آزاد کشمیر کے تمام اضلاع کے مسئولین، اراکین عاملہ وشوریٰ اور امتحانی کمیٹی کے اراکین شریک ہوئے۔ اس موقع پر حضرت صدر وفاق دامت برکاتہم العالیہ نے جو خطاب فرمایا؛ وہ بطور اداریہ قارئین کرام کے لیے پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد از خطبہ مسنونہ، امابعد! حضرات علماء کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ!

الحمدللہ آج پنجاب کے مسؤلین اور معاون ناظم اور مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے ارکان کا یہ مبارک اجتماع ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ہر حیثیت سے مبارک اور مسعود فرمائے۔ جن مقاصد کے لیے یہ اجتماعات منعقد کیے جا رہے ہیں؛ مختلف صوبوں میں ہوئے ہیں اور آج لاہور میں الحمدللہ یہ اجتماع منعقد ہوا، ان مقاصد کے بارے میں انتہائی تفصیل کے ساتھ ہمارے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم العالیہ نے تمام ضروری پہلو بیان کر دیے ہیں اور اس میں وفاق کے مقاصد بھی آ گئے اور وفاق کی طرف سے مدارس دینیہ کے اصل مقاصد کے تحفظ کے لیے ان کی آزادی اور خودمختاری کے تحفظ کے لیے جو کاوشیں اب تک ہوتی رہی ہیں ان کا خلاصہ بھی آپ نے سن لیا اور یہ بھی الحمدللہ پچھلے دنوں مدارس کی رجسٹریشن کا مسئلہ کس طرح حل ہوا، اس کی تفصیل بھی آپ نے ان کی زبانی سنی اور آئندہ کے لیے ہدایات بھی۔

دینی مدارس کا اصل مقصود:

میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد کسی اضافے کی ضرورت نہیں، لیکن ایک چیز میں واضح کرنا چاہتا ہوں جس کا بکثرت ذہنوں میں خلط مبحث ہو جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک طرف ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مدارس کا اصل مقصود خاص طور پر قرآن وحدیث کے علوم کی تعلیم وتدریس ہے اور اس کا تحفظ ہے ہم یہاں سے محقق داعی علماء پیدا کرنا چاہتے ہیں یہاں سے اب ڈاکٹر پیدا نہیں کرنا چاہتے یہاں سے انجینئر پیدا نہیں کرنا چاہتے اور جب کبھی یہ بات آتی ہے کہ

فلاں ادارے کے فارغ التحصیل نے فلاں فلاں مناصب حاصل کر لیے تو اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ بھئی مدرسے جو ہیں یہ مناصب حاصل کرنے کے لیے نہیں تھے، تو وہ کہتا ہے کہ فلاں مدرسے کے فارغ التحصیل تھے فوج میں کمیشن لے لیا، وہ فلاں یونیورسٹی کا چانسلر بن گیا، فلاں انجینئرنگ میں فلاں مقام تک پہنچ گیا، ان کو مبارک ہو وہ منصب، لیکن مدرسہ اس کام کے لیے نہیں تھا، مدرسہ جو تھا وہ ایک محقق اور اللہ والا عالم پیدا کرنے کے لیے تھا، صرف محقق نہیں اللہ والا عالم پیدا کرنے کے لیے!۔

ایک طرف تو ہم یہ کہتے ہیں؛ دوسری طرف یہ کررہے ہیں کہ ابھی آپ نے سنا کہ ہم عصری مضامین کے لیے اپنے مضامین داخل کررہے ہیں متوسطہ کے اندر، اس کے لیے کتابیں تالیف ہورہی ہیں اور چھپوائی جارہی ہیں۔ تو بعض لوگ ان دونوں باتوں میں تضاد سمجھتے ہیں، اس تضاد کو ذہنوں سے رفع کرنا بڑا ضروری ہے۔

بنیادی عصری تعلیم کے مدارس میں داخل کرنے کی اصل وجہ:

ہم جو درجہ متوسطہ میں مضامین کی اہمیت کو مانتے ہیں اور اس پر زور بھی دیتے ہیں اپنے مدارس سے یہ کہتے بھی ہیں کہ آپ جلد از جلد کوشش کریں کہ متوسطہ میں یہ مضامین داخل ہوں، وہ اس لیے نہیں کہ ان کے ذریعے ہم ڈاکٹر پیدا کریں، ان کے ذریعے ہم انجینئر پیدا کریں، ان کے ذریعے ہم کوئی سائنسدان پیدا کریں، بلکہ ان کا مقصد صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن و حدیث اور اپنے اسلاف سے یہ سیکھا ہے کہ **كَلِّمُو النَّاسَ بِقَدْرِ عُقُوْلِهِمْ**؛ جب بات کرو؛ دین کا پیغام پہنچاؤ تو مخاطب کے ذہن کو مدنظر رکھ کر؛ اس کو سامنے رکھ کر پہنچاؤ۔

بلاغت کس چیز کا نام ہے؟ مقتضائے حال اور مقتضائے مخاطب کے مطابق بات کرنے کا نام بلاغت ہے۔ فصاحت الفاظ سے ہوتی ہے اور بلاغت اس مضمون سے ہوتی ہے جو مخاطب کے مطابق ہو۔ تو آج کی دنیا میں اگر ایک عالم دعوت کا پیغام لے کر دین کی بالادستی لوگوں کے ذہن میں بٹھانے کے لیے جائے تو اس کو مخاطب کی ذہنیت کا پتہ ہونا چاہیے، اس کو پتہ ہونا چاہیے کہ اس کے دل میں کس قسم کے اشکالات پیدا ہوتے ہیں اور ان کا حل کیا ہوگا؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ جو ابتدائی مرحلہ ہے پرائمری سے لے کر میٹرک تک کا یہ معلومات اس کو اچھی طرح حاصل ہوں تا کہ وہ لوگوں کو جب دین کا پیغام پہنچائے تو ان کی زبان میں پہنچا سکے، ان کے اسلوب میں پہنچا سکے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

وہ زبان صرف لغت نہیں، بلکہ وہ اسلوب اور وہ مزاج جو لوگوں کا بنا ہوا ہے اس کے مطابق بات کر سکے، تو اس میں اس کا تاثر زیادہ ہوتا ہے اور فقہاء نے فرمایا: من لم یعرف زمان اهله فهو جاهل! اس لحاظ سے بھی۔

ہم وہ جو متوسطہ کے اندر پڑھانا چاہ رہے ہیں جس پر ہم زور دے رہے ہیں یہ آج کوئی نئی بات نہیں ہو رہی۔ دارالعلوم دیوبند میں پانچ سالہ نصاب تھا پانچ سالہ شعبہ فارسی وریاضی اوراس میں یہ مضامین پڑھائے جاتے تھے،تو اب موجودہ دور میں اس کی جگہ میٹرک آگئی، یہ ہے مقصود!۔

ہم نہیں چاہتے کہ عصری تعلیم کے ساتھ الحاد بھی چلا آئے:

لیکن ساتھ ہی ہم یہ نہیں چاہتے کہ جب وہ کتابیں آئیں تو کتابوں کے ساتھ الحاد بھی آجائے۔اقبال نے کہا تھا کہ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — یہ کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم ؛ کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ؟ تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ پڑھائیں تو ضرور لیکن وہ سائنس پڑھائیں جو اللہ تک پہنچانے والی ہو۔وہ تاریخ پڑھائیں جو اسلام کی اور اسلام کی شخصیات کی عظمت دلوں میں پیدا کرے، وہ ریاضی پڑھائیں جو انسان کو سود کی نفرت سکھائے، زکوٰۃ کی اہمیت بتائے،تو سارے مضامین جو ہم پڑھائیں وہ اسلام کے اور دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، اس لیے ہم نئی کتابیں تیار کر رہے، ورنہ کتابیں تو موجود ہیں۔نئی کتابیں اس لیے تیار کر رہے ہیں تاکہ یہ کتابیں ہمارے دین کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوں، سائنس جو ہے وہ اللہ تعالی تک پہنچانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اگر انسان اس پر صحیح طریقے سے غور کرے،تو سائنس کو اس طرح پڑھایا جائے جو انسان کو اللہ تک پہنچائے، یہ ایک کام ہے۔

دینی ذہن رکھنے والے افراد کی تیاری کے لیے الگ ادارے قائم کیے جائیں:

دوسرا کام وہ مدرسے کا اصل میں نہیں تھا لیکن دین کی ایک ضرورت بے شک ہے وہ یہ کہ اس وقت جتنے محکمے ہیں جتنے ادارے ہیں اور چاہے وہ سول ادارے ہوں یا فوج کے ادارے ہوں اس میں ایسے لوگ پہنچے ہوئے ہیں جو اس مغربی نظام تعلیم سے گزرے ہیں جس میں کہیں دین کا نام ونشان نہیں ہے۔تو ہمارا بحیثیت مسلمان ایک کام یہ ہے کہ اُن مناصب تک ہم ایسے لوگوں کو پہنچائیں کہ جو دینی ذہن رکھنے والے ہوں، اور ان کے لیے ایسی تعلیم کا انتظام کریں کہ اس تعلیم کے ذریعے وہ اپنے فن میں بھی ماہر ہوں، ڈاکٹر ہوں، انجینئر ہوں، سائنسدان ہوں لیکن مسلمان ڈاکٹر، مسلمان سائنسدان، مسلمان انجینئر، یہ ایک دوسری لائن ہے کام کرنے کی، یہ جو مولانا نے ذکر کیا کہ اسکول قائم کریں، ہم کہتے ہیں مدارس سے بھی کہتے ہیں آپ اسکول قائم کریں کالج قائم کریں یونیورسٹی قائم کریں لیکن وہ کالج و یونیورسٹی اسکول جو ہے وہ ایک الگ لائن ہے اس الگ لائن میں کام کرنا ہے۔وہ مدرسے کا حصہ نہیں ہے، مدرسے کا حصہ تو صرف یہ ہے کہ ایک اللہ والا عالم تیار ہو۔لیکن اس لائن سے ہم اسکول قائم کریں، کالج قائم

کریں یونیورسٹیاں قائم کریں اس کے ذریعے ایسے لوگ تیار کریں جو جا کر زندگی کے مختلف گوشوں کے اندر بحیثیت ایک مسلمان کے خدمت انجام دیں۔

مدارس سے صرف اللہ والا عالم پیدا ہوگا، وہاں سے ڈاکٹر انجینئیر پیدا نہیں ہوگا:

ان دونوں میں خلط نہیں کرنا چاہیے یہ خلط مبحث ہو جاتا ہے، بعض اوقات اس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، دونوں کام الگ الگ ہیں، جہاں تک مدارس کے تعلق ہے، مدارس سے صرف عالم پیدا ہوگا مدارس صرف اللہ والا پیدا ہوگا مدارس سے صرف متبع سنت عالم پیدا ہوگا، وہاں سے ڈاکٹر نہیں نکلے گا، وہاں سے انجینئر نہیں نکلے گا۔ جو اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ تمہارے ہاں سے کوئی سائنس دان پیدا نہیں ہوا اس سے زیادہ احمق کوئی اور نہیں۔

ملاّ حکمرانوں کو تھوڑا سا ملاّ بنانا چاہتا ہے:

لیکن ہاں! ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ان اداروں کے اندر ان مضامین کے اندر مسلمان پیدا ہوں۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ان حکمرانوں سے کہتے تھے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ملا حکمران بنا چاہتا ہے؟ ملا حکمران بننا نہیں چاہتا، لیکن ملا حکمرانوں کو تھوڑا سا ملا بنانا چاہتا ہے۔ تو ہم مدرسے کے اندر ڈاکٹر اور انجینئیر پیدا نہیں کرنا چاہ رہے، ڈاکٹر اور قانون دان اور سائنس دان وغیرہ، لیکن وہاں تھوڑا سا ملا بنانا چاہتے ہیں کہ تعلیمی ادارے ایسے قائم ہوں جو اپنے فن میں ماہر بھی ہوں اور ذہنیت کے اعتبار سے مُلا بھی ہو۔

مُلاّ ہمارے سر کا تاج ہے:

مُلاّ ہمارے لیے سر کا تاج ہے یہ کوئی گالی نہیں ہے یہ کوئی توہین کا کلمہ نہیں ہے، یہ ملا اگر ہمیں کہیں تو ہم تو ملا بننے کے بھی لائق نہیں حقیقت میں۔ ملا کون ہوتے تھے، ملا عبدالرحمن جامی، ملا جیون، وہ عظیم انسانوں کا نام تھا ملا۔ تو ہم ان کو تھوڑا سا ملا بنانے کے لیے الگ کام کرنا چاہتے ہیں۔ اسکول کالج کے ذریعے، مدرسے کے ذریعے نہیں، ہاں (یہ اسکول کالج) مدرسے والے قائم کر دیں الگ سے وہ وفاق کا حصہ نہیں ہوں گے، فی الحال وفاق تو صرف مدرسوں والوں کا ہے اور صرف عالم پیدا کرنے کے لیے ملا پیدا کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں ملا بننے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور ملا کون ہوتا ہے جس کے پاس علم بھی ہو اور اس کا ہر وقت تعلق اپنے پروردگار سے ہو اللہ والا ہو۔ ہمارے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بڑے بڑے محققین اتنے نہیں چاہییں مجھے اللہ والے چاہییں، مدرسے میں مجھے اتنے بڑے محقق نہیں چاہییں؛ مجھے اللہ والے چاہییں، جن کا تعلق ہر وقت اللہ تعالی سے جڑا ہوا ہو اور جن کی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا میں ڈوبی اور بسی ہوئی ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایسا بنا دے، میں تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ وہ اس موقع پر تشریف لائے، جمع ہوئے اور ایک اہم مقصد کے لیے جمع ہوئے، یہ ہمارا وفاق اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک نعمت ہے اور اس میں باہم ملتے رہنا یہ ان شاء اللہ ہمارے کاموں کے لیے ممدّ ومعاون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ جو تجاویز آپ نے دی ہیں، ان شاء اللہ ان کے اوپر پورے اہتمام سے غور کیا جائے گا؛ اور یہی درحقیقت مقصد تھا اجتماع کا کہ تجاویز آئیں، کوئی بات سامنے آئے تو اس کے اوپر غور کیا جائے اور جتنی قابل عمل باتیں ہوں ان کے اوپر ان شاء اللہ عمل درآمد ہو؛ اور میں انتہائی شکر گزار ہوں، آس اکیڈمی کے محترم حضرت مولانا منور صاحب کا کہ انہوں نے اس اجتماع کے لیے بہترین انتظام فرمایا اور نظم وضبط بھی ماشاء اللہ اعلیٰ درجے کا اور انتظامات بھی اعلیٰ درجے کے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور اس ادارے کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!۔

دُعا: یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی رضا کی زندگی عطا فرما، یا اللہ! ہماری زندگی کا لمحہ لمحہ اپنی رضائے کامل کے اندر صرف فرما دیجئے، یا اللہ! ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیے، یا اللہ! ہمیں اپنے ان لوگوں میں شامل فرمائیے جو آپ کے ساتھ حقیقی اور دائمی تعلق رکھنے والے ہوں۔ یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا کریم! ہمارے مدارس دینیہ کی حفاظت فرمائیے، یا اللہ! ہم سب کو اصلاح فرمائیے، ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے، یا اللہ! بزرگوں کے دامن سے جڑا رہنے کی توفیق عطا فرمائیے، یا اللہ! اپنی رحمت سے ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ہمارے دلوں میں اخلاص اور للہیت پیدا فرما دیجیے، ہر طرح کے ظاہری باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیے، یا اللہ! ہر طرح کے ظاہری باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ یا ارحم الراحمین! مدارس کے تمام مسائل اپنے فضل وکرم سے حل فرما دیجئے۔ یا اللہ! مدارس کو امن وسکون کے ساتھ عافیت واطمینان کے ساتھ خدمت دین کی توفیق عطا فرماتے رہیے اور ہر طرح کے شر سے ان کی حفاظت فرمائیے، یا اللہ! تمام حاضرین کو ان کے تمام جائز مقاصد میں کامیابی عطا فرما، مولانا عبدالبر سکر گاہی رحمۃ اللہ علیہ کی دادی کا انتقال ہوگیا ہے یا اللہ اپنی رحمت سے اپنے فضل وکرم سے ان کی مغفرت فرمائیے ان کو درجات عالیہ عطا فرمائیے۔ حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پنجاب کے ناظم تھے ان کا بھی کچھ عرصے پہلے انتقال ہوا یا اللہ اپنی رحمت سے ان کی مغفرت فرما، ان کو درجات عالیہ عطا فرما، ان کی خدمات کو قبول فرما اور ان کو بہترین جزا ان کے قربانیوں کی ان کی کاموں کی بہترین جزا عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

کارکردگئ وفاق

وفاق المدارس صوبہ پنجاب کا اہم اجلاس

مولانا عبدالقدوس محمدی

20 جنوری بروز پیر آس اکیڈمی لاہور میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا پنجاب سطح کا بہت اہم اور غیر معمولی اجلاس صدر وفاق حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پنجاب، اسلام آباد اور آزاد کشمیر کے تمام اضلاع کے مسئولین، اراکین عاملہ وشوریٰ اور امتحانی کمیٹی کے اراکین شریک ہوئے۔ اجلاس کے شرکاء کی مکمل فہرست اسی شمارے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس اجلاس میں شرکت کرنے والی ایک ایک شخصیت کتنے بڑے طبقے کی نمائندگی کر رہی تھی اور کتنی اہمیت کے حامل تھی۔ یہ اجلاس کوئی رسمی یا روایتی اجلاس نہیں تھا بلکہ پورے پنجاب کی نمائندہ قیادت اس میں موجود تھی۔ اجلاس کی میزبانی کی سعادت آس اکیڈمی کے حصے میں آئی اور آس اکیڈمی کے مدیر محترم جناب منور صدیقی صاحب، اساتذہ کرام اور طلباء وانتظامیہ نے اس اجلاس کے انتظامات اور میزبانی میں جس نظم وضبط، سلیقہ مندی اور حسن انتظام کا اہتمام کیا وہ قابل تقلید ہے۔

اجلاس کی تیاریوں کے سلسلے میں لاہور میں وفاق المدارس کے مسئولین مفتی خرم یوسف صاحب، مولانا عبداللہ مدنی صاحب اور مولانا اویس صاحب بطور خاص متحرک رہے۔ ان کے ساتھ لاہور کے علماء کرام اور اہم دینی اداروں کے ذمہ داران پر مشتمل رابطہ کمیٹی کے فعال اور متحرک احباب نے حسب روایت کلیدی کردار ادا کیا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان پنجاب کے سابق ناظم ہردل عزیز شخصیت حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب کی کمی اس اجلاس کی تیاریوں سے لے کر انعقاد تک اور انتظامات سے لے کر سٹیج تک ہر جگہ محسوس کی گئی اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے اجلاس کے اختتام پر خصوصی دعا کا اہتمام کیا گیا۔

اس اجلاس کی سب سے اہم بات صدر وفاق المدارس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تشریف آوری اور آپ کا صدارتی خطبہ تھا، جبکہ ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور ہمارے محبوب قائد حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب نے بڑی تفصیل اور وضاحت سے وفاق المدارس کی پالیسی، موجودہ صورتحال میں مدارس کو درپیش مسائل ومشکلات، ان کے حل اور امتحانی امور سے متعلق ہدایات پر مشتمل جامع بیان فرمایا۔ آپ نے اپنی گفتگو میں وفاق مدارس العربیہ پاکستان کے تین بڑے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وفاق المدارس العربیہ

پاکستان کا بنیادی مقصد وحدت مدارس ہے۔

الحمدللہ وفاق المدارس کی لڑی میں ملک بھر کے مدارس کو جس طرح پرویا گیا، جس طرح ایک قوت بنایا گیا اور دنیا میں دینی تعلیم کا سب سے بڑا اور سب سے منفرد نیٹ ورک تشکیل دیا گیا یہ ہمارے اکابر کے اخلاص، بصیرت اور دُور اندیشی کا مظہر ہے اور یہی وحدت و اجتماعیت مدارس کی اصل قوت اور اصل جان ہے اور مدارس کی بقا کی بنیاد ہے، اس لیے ایسی کوئی بھی کوشش جو مدارس کی وحدت اور اجتماعیت کے لیے نقصان دہ ہو؛ مدارس کے پورے نظام اور ان کے اثرات و ثمرات کے لیے زہر قاتل ہے- آپ نے وفاق المدارس کا دوسرا مقصد جامعیت نصاب بیان فرمایا کہ پہلے غیر مرتب انداز سے کتب کی تعلیم و تدریس ہوتی تھی لیکن وفاق المدارس نے پورے ملک کو ایک جامع اور مرتب نصاب دیا اور ملک بھر کے تمام اداروں کو ایک نصاب پر جمع کیا۔ تیسرا مقصد تنظیم مدارس ہے وفاق المدارس کے قیام کے بعد مدارس جس انداز سے منظم ہوئے اور جس طرح کا معیار تعلیم اور نظام تعلیم مدارس میں قائم ہوا یہ سب بلاشبہ وفاق المدارس کی برکات ہیں- وفاق المدارس ہمارا مشترکہ اثاثہ ہے اس کی قدر بھی کرنی ہے اور حفاظت بھی کرنی ہے۔۔ حضرت ناظم اعلی دامت برکاتہم العالیہ نے وفاق المدارس کے 1959 کے قیام سے لے کر تا حال جدو جہد اور مدارس کی خدمت اور مدارس کی حریت و آزادی کی بقاء کے لیے کی جانے والی جدو جہد پر بھی روشنی ڈالی۔

مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ اس وقت ملک بھر کے دینی مدارس کو تین طرح کی مشکلات کا سامنا ہے- سب سے پہلا مسئلہ (1) رجسٹریشن، (2) بینک اکاؤنٹ (3) کوائف طلبی۔۔۔ آپ نے رجسٹریشن کے حوالے سے وفاق المدارس کے قائدین اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کی جدو جہد اور کاوشوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا اور بتایا کہ رجسٹریشن کے معاملے میں اللہ رب العزت نے کیسے اتحاد تنظیمات مدارس اور جمعیت علماء اسلام بلکہ اسلام پسند طبقات کو فتح نصیب فرمائی۔ حضرت مولانا محمد حنیف جالندری صاحب نے بتایا کہ ترمیمی ایکٹ میں یہ شق واضح طور پر شامل کروائی گئی ہے کہ چیرٹی ایکٹ، وقف املاک بل اور دیگر مختلف قوانین جو بیرونی دباؤ اور حالات کے جبر کے تحت منظور کیے گئے اور ملک بھر میں جو ادارے قائم کیے گئے دینی مدارس 1960 کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کروانے کے بعد کسی بھی قسم کے قانون اور ادارے کے تحت رجسٹریشن کی پابند نہیں ہوں گے جو بلاشبہ بڑی کامیابی ہے۔ انہوں نے شرکاء کو بتایا کہ ابھی رجسٹریشن ایکٹ کو صوبائی اسمبلیوں سے بھی منظور کروانا ہے، اس کے بعد وفاق المدارس خود رجسٹریشن کا نظام بنا کر ملک بھر کے تمام اضلاع کے مسئولین اور کوآرڈینیٹرز کے ذریعے رجسٹریشن کا پراسس کروانے کا نظم بنائے گا اور اس کے بارے میں آپ کو تفصیلاً آگاہ کیا جائے گا۔ اس لیے مہتممین اور منتظمین مدارس کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

دوسرا مسئلہ بینک اکاؤنٹس کا ہے اور ظاہر ہے کہ بینک اکاؤنٹس رجسٹریشن کے بعد ہی کھل پائیں گے جبکہ کوائف طلبی کے معاملے میں آپ نے فرمایا کہ وہ کوائف جو مدارس والے از خود مشتہر کرتے ہیں وہ کسی کو بھی دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن کسی قسم کے تفصیلی کوائف یا فہرستیں وغیرہ جب بھی طلب کی جائیں تو ایسے اہلکاروں کو وفاق المدارس سے رابطہ کرنے کا کہا جائے۔

مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب نے اپنی گفتگو میں امتحانی نظام کو مزید بہتر معیاری اور مثالی بنانے پر بھی زور دیا اور بتایا کہ اس سال تقریبا ایک ایک لاکھ 12 ہزار خوش نصیب حفاظ کرام اپنا حفظ مکمل کر کے سالانہ امتحانات میں شامل ہو رہے ہیں جن میں 19 ہزار طالبات بھی شامل ہیں۔ اور شعبہ کتب کے طلبہ وطالبات کی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار 250 ہے جن کا بیک وقت پورے ملک میں ایک ہی پرچہ، ایک نظام اور ایک وقت کے تحت امتحان ہوگا۔

مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب نے اپنے خطاب سے قبل تمام شرکاء سے اپنی تجاویز و آراء اور مسائل و مشکلات اور سوالات تحریری طور پر بھیجنے کا فرمایا تھا چنانچہ بڑی تعداد میں تحریری سوالات آئے جن کا آپ نے جواب بھی دیا اور شرکاء سے فرمایا کہ ان تمام آراء وتجاویز پر متعلقہ فورمز اور کمیٹیوں میں غور وخوض کرنے کے بعد ہر ممکن عمل درآمد کا اہتمام کیا جائے۔ اجلاس سے وفاق المدارس آزاد کشمیر کے مسئول سید عدنان شاہ صاحب، رکن مجلس عاملہ حضرت مولانا ظہور احمد علوی صاحب، مسئول وفاق المدارس اسلام آباد حضرت مولانا عبد الغفار صاحب، مفتی حامد حسن صاحب دار العلوم کبیر والا، مفتی عبد الرحمن راولپنڈی، لاہور سے مولانا اویس صاحب، سابق ناظم پنجاب مولانا قاضی عبد الرشید صاحب کے صاحبزادے قاضی جنید صاحب، جامعہ حنفیہ بوریوالہ کے مولانا محمد طیب حنفی صاحب، خادم القران حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔

نائب صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سعید یوسف صاحب نے اپنے مخصوص اور ولولہ انگیز انداز میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے کردار وخدمات پر روشنی ڈالی اور وفاق المدارس کے حوالے سے اکابر وفاق المدارس، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اور اپنی خدمات کا تذکرہ کیا۔ میزبان ادارے آس اکیڈمی کے مدیر مولانا منور صدیقی صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور وفاق المدارس کے اجلاس کے لیے آس کا اکیڈمی کے انتخاب کو اپنی سعادت اور خوش بختی قرار دیا۔ اجلاس کا سب سے اہم اور کلیدی خطاب حضرت صدر وفاق مدارس مولانا شیخ الاسلام حضرت مفتی عثمانی صاحب کا تھا۔ اجلاس میں نقابت کی ذمہ داری مولانا احمد حنیف جالندھری اور قاری عزیز الرحمان نے سنبھالی جبکہ معروف نعت خوان محترم جناب شاہد عمران عارفی صاحب نے نعت اور وفاق المدارس کا ترانہ پیش کیا۔

وفاق المدارس کے سائے تلے ہم سب ایک ہیں

مولانا عبداللہ مدنی

۲۰ رجنوری ۲۰۲۵ءکولاہور میں وفاق المدارس العربیہ کا اجلاس ہوا، جس میں پنجاب، اسلام آباد اور آزادکشمیر سے تعلق رکھنے والے اراکین مجلس عاملہ وشوریٰ اور مسئولین وفاق نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے فرمائی۔

اجلاس کا آغاز استاذ القراء **حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی مدظلہم** کی پرسوز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔

اس موقع پر مختلف اراکین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، اور عمدہ تجاویز پیش کیں۔ سب سے پہلے کہروڑ پکا سے مسئول وفاق **مولانا حبیب الرحمٰن صاحب زید مجدہ کو** دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے وفاق المدارس العربیہ کی عظیم خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ محدود وسائل کے باوجود وفاق المدارس لاکھوں طلبہ کو تعلیم دے رہا ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے بعد **حضرت مولانا قاری عبدالحمید زید مجدہ** تشریف لائے انہوں نے وفاق المدارس کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مولانا قارضی عبدالرشید رحمہ اللہ کے حوالے سے واقعہ سنایا کہ بنگلہ دیش میں مدارس کی بڑی تعداد اور علماء کی کثرت کے باوجود وہاں کے مدارس مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو وہاں کے علماء نے اعتراف کیا کہ پاکستان کے مدارس کی ترقی اور خودمختاری کی وجہ جمعیت علماء اسلام اور وفاق المدارس العربیہ جیسی مضبوط تنظیموں کا سہارا ہے۔

مولانا سید عدنان شاہ زید مجدہ مسئول وفاق المدارس العربیہ آزاد کشمیر: نے اپنے خطاب میں پاکستان کی دینی قیادت اور مدارس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ دین کی نسبت سے دنیا بھر کے لوگ اہل پاکستان کو اپنا مقتدا اور رہنما تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے گرین پاسپورٹ کی اصل عزت دین کی نسبت سے ہے۔

مولانا زاہد محمود قاسمی مہتمم جامعہ قاسمیہ فیصل آباد: نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 2000ء سے 2025ء تک کا عرصہ آزمائشوں سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چھبیسویں آئینی ترمیم کی منظوری کے بعد اب رجسٹریشن کا دیرینہ مسئلہ حل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

حضرت مولانا ظہور احمد علوی مدظلہم مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد: وفاق المدارس کی خدمات اور پاکستان میں علماء کی آزادی کو دین کی خدمت کے لیے ایک نعمت قرار دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ پاکستان کے علماء

حکومتی امداد نہ لینے کی وجہ سے اب تک اس پوزیشن میں ہیں کہ حکومت کے طاقت ورطبقوں کے سامنے حق بات کر سکتے ہیں۔اسی ضمن میں انہوں نے محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنایا کہ کس طرح انہوں نے ایوب خان جیسے آمر کی موجودگی میں منکر حدیث ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی گوشمالی کی اور ایوب خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس کو لگام دو ورنہ ہم یہاں نہیں بیٹھیں گے۔

مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب زید مجدہ: اغیار وفاق جیسے بڑے تعلیمی پلیٹ فارم کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں،ان کی سازشیں ان شاءاللہ ناکام ہوں گی۔عظیم بین الاقوامی شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب،آیۃ الخیر مولانا محمد حنیف جالندھری اور سرپرست وقائد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب جیسی شخصیات ہمارے لیے نعمت اور مقام شکر ہیں۔شکر سے نعمت محفوظ ہوتی ہے اور بڑھ جاتی ہے۔اصل شکر یہ ہے کہ ہم اپنی تمام ذمہ داری پوری تن دہی کے ساتھ ادا کریں۔اور وفاق کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لیے مستعد رہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب مدظلہم؛خازن وفاق المدارس العربیہ پاکستان: نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مدارس کے لیے تین باتیں بہت اہم ہیں:

(۱) تمام امور باہم مشورے سے طے ہوں۔

(۲) تربیت کا نظام ہو،اس سے کام میں بہتری آتی ہے۔

(۳) باہم رابطہ ہو،وفاق المدارس میں یہ تینوں کام الحمدللہ موجود ہیں۔

کمیٹیوں میں طویل مشاورت ہوتی ہے۔کام وہی ہے جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو،جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو اس کی جڑیں نیچے اور مضبوط ہوتی ہیں۔وفاق کے بانیان صاحبِ تقویٰ،صاحب علم اور جن کی نظر بین الاقوامی حالات پر تھی۔حالات کے تقاضوں کو جانتے ہیں اب تک ان کے تقویٰ کی برکات سے ابھی تک قائدین تقویٰ اخلاص اور للّٰہیت پر قائم ہیں۔

ابھی تک مدارس کے نصاب اور نظام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ہمارا امتحانی نظام ایک مستحکم نظام ہے،اس کو مستحکم رکھنا اور مزید کرتے رکھنا بھی ضروری ہے۔انضباطی اور ضابطے کی کارروائی بھی ہوتی ہے اس سے پہلے ذہنی تربیت بہت ضروری ہے۔امانت اور دیانت پیدا کرنے کی طلبہ میں اور اہل مدارس میں بہت ضروری ہے۔منتظمین کی طرف سے اس قسم کی درخواست کہ سختی نہ کریں مناسب نہیں۔

حضرت مولانا عبدالغفار مدظلہم، رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ اسلام آباد:

وفاق اللہ کی نعمت ہے اس کا اندازہ دوسرے ممالک والے کو ہوتا ہے۔ اللہ نے پاکستان کو تین بڑی نعمتیں عطا فرمائی ہیں:

(۱) تبلیغی جماعت۔ (۲) جمعیۃ علماء اسلام۔ (۳) وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔ ان تین کی وجہ سے پاکستان میں دینی مدارس، دینی شعائر میں اضافہ ہورہا ہے۔ اکابر نے وفاق کو آفاق تک پہنچادیا ہے اور تمام فتنوں کا مقابلہ کیا ہے۔ امتحانی امور کے لیے مقرر کردہ امتحانی ضوابط پر عمل پیرا ہونا بہت ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مدظلہم:

وفاق المدارس العربیہ پاکستان ایک سائبان ہے، ہمارا امتحانی نظام الحمدللہ بہت مثالی ہے، دوسرے ادارے ہماری طرح اس معیار کو نہیں پہنچ سکتے۔ ان مدارس کی برکت سے پوری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے۔ ہمارے یہاں پڑھنے والے مدارس کے طلبا! مساجد اور مدارس بنارہے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ ہر کچے اور پکے گھر میں داخل ہوگا بشرطیکہ باہم اتفاق واتحاد کے ساتھ رہیں۔ انگلینڈ میں پہلی صف میں تمام حفاظ۔ پہلے وہ پاکستان سے حفاظ منگواتے تھے اب ہمارے انگلستان میں سینکڑوں مدارس ومکاتب ہیں، لیکن ان سب کے باوجود فتنے بھی بہت اٹھ رہے ہیں، ان کا قلع قمع بھی کرنا ہے۔ ہر محنت نتائج کے لیے ہوتی ہے، کارخانہ کا بھی ایک مقصد ہوتا ہے۔ ہمارے طلبہ کے اندر تعلیم وتربیت اخلاص وللّٰہیت پر ہو اور فتنوں کا مقابلہ بھی کریں۔

حضرت مولانا محمد طیب حنفی مدظلہم، مدیر جامعہ حنفیہ بورے والا:

پاکستان بنا تو اسلام کے لیے ہے، اس کو بنانے میں علماء دیوبند کا سب سے زیادہ حصہ ہے، لیکن ملک کو سیکولر طبقے نے بددین بنایا اور تفرقہ بازی کی ہے۔ اگر ہمارے علماء ایوانوں میں نہ ہوتے تو ہمارے مدارس کا ایک اتنا بڑا مسئلہ حل نہ ہوتا (26 ترمیم رجسٹریشن)۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تمام اضلاع میں اکثر افسران رافضی ہیں، جو دینی کاموں میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ ہم صرف دین کا کام کرتے ہیں اس طرف توجہ نہیں کہ دین دار لوگ بیوروکریسی میں جائیں۔ اگر آپ ایوان تک علماء نہ پہنچے تو ہمارے لیے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے۔

حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی مدظلہم:

مدارس ابھی تک وفاق اور آفاق میں ہیں۔ چھبیسویں آئینی ترمیم میں مدارس کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے بہت قابل مبارک ہے۔ ایک بڑا کنونشن کریں اور مولانا فضل الرحمن صاحب، مولانا تقی صاحب، اور مولانا جالندھری

صاحب کی خدمات کو خراج تحسین پیش کریں۔ اپنی قوت کا اظہار کریں آپ اپنا وزن ڈالیں تو ان لوگوں کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم کیا ہیں؟۔ چار ماہ گزرنے کے باوجود اکاؤنٹ بند ہیں۔ مدارس کو پریشان کیا جارہا ہے جب تک اپنی قوت کا اظہار نہیں کریں گے یہ مسائل ایسے رہیں گے۔

حضرت مولانا سعید یوسف صاحب مدظلہم نائب صدر وفاق المدارس:

وفاق مسلک علماء دیوبند کی شان بھی ہے اور پہچان بھی ہے۔اس کے پیچھے اکابر کے آنسو اور تڑپ ہے۔ یہ اکابر کی محنتوں کا ثمر ہے۔ سب کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں۔حکومت نے اربوں کا بجٹ لاکر اس کو مٹانے کی کوشش کی ہے آپ کے اکابر نے اس کا جواب دیا مقابلہ کیا۔مخالف وفاقات لائے۔ وفاق کے اندر خلفشار اور انتشار کی کوشش کی گئی۔لیکن قائد ملت اسلامیہ کے تدبر اور حضرت مولانا تقی صاحب کے اخلاص اور فکر نے، جالندھری کے جہد مسلسل اور ہماری کوشش نے مقابلہ کیا اور آج یہ ایک قوت ہے۔آپ وفاق کی آنکھیں، کان، اور زبان ہیں۔ اتنے بڑے لوگوں نے آپ پر اعتماد کیا آپ اپنی انا کے لیے جھوٹی انا اور جھوٹے مسائل کے لیے وفاق کو قربان نہ کریں۔

اداروں کے ساتھ اسکول وفاق نے نہیں اداروں نے بنائے ہیں۔آپ لوگ اپنے اداروں کے ساتھ پرائیویٹ اسکول بنائیں۔حضرت تقی صاحب کی صدارت کے بعد صوبائی سطح کا عاملہ شوریٰ اور مسؤلین کا یہ اپنی نوعیت کا پہلا اجلاس ہے، پنجاب کی یہ بہترین کاوش ہے۔

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بعد از خطبہ مسنونہ!

دینی علوم اپنی اصل شکل میں موجود ہیں اور ان کا ذریعہ اللہ نے علماء کو بنایا اور دینی علوم کی حفاظت کے لیے اللہ نے ذریعہ مدارس کو بنایا ہے۔ باقی دنیا اور ممالک میں آپ کے نظم کے علماء موجود ہیں۔لیکن وفاق نہیں، مدارس کا چوکیدار وفاق ہے آپ اس چوکیدار کے محافظ ہیں۔

وفاق کے قیام کے بنیاد مقاصد تین ہیں:

(الف) مدارس کا اتحاد، وحدت مدارس و جامعات اس کا بنیاد مقصد ہے۔

(ج) جامعیت نصاب تعلیم مدارس تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نصاب قائم کرانا۔

(د) تنظیم مدارس۔ یہ بنیادی مقاصد ہیں۔

(۱) کراچی سے خیبر اور کشمیر تک تمام مدارس ایک وحدت اور ایک جمعیت کے نیچے ہیں۔ یہ ہماری وحدت اور

جمعیت ہمارے تحفظ کی ضمانت ہے۔ان پر بھی نظر رکھیں، جولوگ ان بنیادی مقاصد کو نقصان پہنچا رہے ہیں انہیں پیار سے سمجھانا ہے۔اگر پھر بھی نہ سمجھے تووَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی۔

۲) ہمارا نصاب جامد نہیں متحرک ہے۔ ہر دور میں نصاب کمیٹی تجربہ کار مدرسین پر مشتمل رہی ہے۔

وفاق کے نظام میں کوئی بیرونی طاقت مداخلت نہیں کرسکتی، جو تبدیلی ہو وہ ہم خود کرتے ہیں۔الحمدللہ وفاق کے نظم کے تحت نظام تعلیم منظم ہوا، درجہ بندی ہوئی ہے؛اور تعلیمی معیار بہت اعلیٰ ہوا ہے، اگر وفاق نہ ہوتا تو یہ معیار بہت نیچے ہوتا۔

تازہ ترین تین بڑے مسائل ہیں:(ا) رجسٹریشن،(۲) اکاؤنٹ،(۳) کوائف طلبی۔

(ا) رجسٹریشن: پاکستان بننے سے لے کر آج تک مدارس کی رجسٹریشن پر اختلاف نہیں رہا،اختلاف ہوا تو طریقہ کار پر اختلاف رہا ہے۔

2019ء سے پہلے تک مدارس 1860ء ایکٹ کے تحت مدارس رجسٹرڈ ہوتے رہیں۔2017ء سے رجسٹریشن بند ہوا FATF کے مدارس پاکستان کو نظر میں رکھا اور اس میں نام لیے بغیر مدارس کے لیے قوانین سخت کیے۔

2019 میں MOU مفاہمتی یادداشت ہوئی ہے۔اس میں یہ تھا کہ تمام مدارس جو رجسٹرڈ ہیں وہ رجسٹرڈ سمجھے جائیں گے۔مدارس کے اکاؤنٹ کھولے جائیں گے۔قانون سازی تک وزارت تعلیم کے علاوہ کوئی کوائف طلب نہیں کرے گا۔لیکن ان تمام شقوں کی خلاف ورزی کی گئی۔قانون سازی نہیں ہوئی۔ڈائریکٹوریٹ بنادیا گیا، نااہل افسر ذمہ دار بنادیے گئے۔فنڈ قائم کیا گیا اس سے ہمارے خدشے کو تقویت ملی ہے کہ مدارس کو کنٹرول کرنا ان کا مقصد ہے۔صرف وزارت تعلیم میں رجسٹرڈ کرنا مقصد نہیں۔

PDM کی حکومت میں ہم نے وزیراعظم سے بات کی اور وزیراعظم اور ہم سب اس بات پر آ گئے کہ ہم سوسائٹی ایکٹ کی طرف جائیں گے،حکومت بھی اس میں شامل ہے۔سوسائٹی ایکٹ: صرف صنعت وحرفت کے لیے نہیں بلکہ کئی رفاہی ادارے، تعلیمی ادارے اور ہسپتال اس کے ساتھ منسلک ہیں۔45 سال ہماری کوشش جاری ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ حکمران ہمیشہ مدارس کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں، وہ مدرسہ کو اسکول اور ہم اسکول کو مدرسہ بنانا چاہتے ہیں۔26ویں ترمیم میں حضرت شیخ تقی صاحب مدظلہم کی قدم قدم پر راہنمائی اور قائد ملت اسلامیہ کی جہد وکوشش اس میں شامل ہے۔اس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مدرسہ پرائیویٹ ادارہ ہے سرکاری نہیں، آزاد ہے چاہے سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہو یا وزارت تعلیم کے تحت۔

(۲) یہ بل قائد جمعیت نے پیش نہیں کیا بلکہ یہ بل سرکار کے وزیر قانون نے پیش کیا۔

(۳) بیرونی دباؤ پر کافی قانون بنے ہیں۔اوقاف ایکٹ کے تحت رجسٹریشن بھی ہم پر لگتا ہے دباؤ کی وجہ سے ہے۔ چیرٹی ایکٹ بنا ہے اس میں بھی رجسٹریشن لازمی ہے۔وزارت تعلیم میں بھی رجسٹرڈ ہونا ضروری۔ پورا سال مسلسل رجسٹریشن اور تجدید رجسٹریشن، ہوتا۔اب سوسائٹی ایکٹ ترمیمی بل پاس ہونے کے بعد باقی قوانین کے تحت رجسٹریشن لازمی نہیں ۔اب مدارس کسی اور قانون کے پابند نہیں۔ بینک اکاؤنٹ کے لیے کسی اور جگہ سے تصدیق کی ضرورت نہیں۔اوقاف سے رجسٹرڈ بھی نہیں ہوگا۔

اب یہ ضروری ہے کہ یہ ترمیمی بل چاروں صوبوں میں پاس ہو۔پھر وفاق اپنے مسؤلین کے ذریعے اپنا نظم بنائے گا، ہر ضلع میں رجسٹریشن ہوگی۔اسلام آباد جانا ضروری نہیں۔البتہ یہ کب تک ہوگا؟ اس کا جواب دُعا اور انتظار ہے، یہ جہدِ مسلسل ہے۔مساجد کی رجسٹریشن کروائیں اور اپنے اپنے ضلع کچہری کروائیں۔اپنے اسکول، ہسپتال، رفاہی ادارے کے نام اکاؤنٹ کھلوائیں۔

جہاں تک کوائف طلبی کا معاملہ ہے تو جو کوائف آپ مشتہر کرتے ہیں وہ کوائف دیں اگر دیگر کوائف مانگیں تو وفاق کی طرف بھیجیں۔آپ پریشانی سے بچ جائیں گے۔آپ وفاق کے ضوابط وقواعد پر چلیں، جہاں قانون رعایت دے تو دیں ورنہ دباؤ قبول نہ کریں۔ضابطہ پر دباؤ میں مسائل کم ہیں اور ضابطہ توڑ کر دباؤ قبول کریں تو اس کا نقصان زیادہ ہے۔کوئی مسئلہ ہو تو سب سے پہلے مسؤل سے رابطہ کریں۔اگر ان کے پاس جواب نہ ہو تو علاقائی مسئول پھر صوبائی ناظم پھر نائب صدر سے رابطہ کریں، اگر وہاں سے مسئلہ حل نہ ہو تو پھر میں آپ کے لیے حاضر ہوں۔

پہلے آپ صرف مسؤل برائے امتحان تھے، اب آپ مسئول وفاق ہیں۔ مدارس سے رابطہ کرنا مدارس کے معاملات حل کرنا، نیچے سے اوپر رابطہ کمزور ہے۔یہ ناظم تک کا رابطہ بہت مضبوط ہونا چاہیے۔

مدارس میں عصری تعلیم: متوسطہ میں ہم نے معاشرتی علوم، انگلش، ریاضی کو خوشی سے پڑھائیں۔انگلش سائنس میتھ کی کتابیں ہم تیار کر رہے ہیں۔عصری تعلیم کے حوالے سے میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم پہلے مرحلے میں اپنا نصاب بنا رہے ہیں، کروڑوں روپیہ بھی خرچ ہوگا شیخ الاسلام سرپرستی فرما رہے ہیں۔پہلی سے دسویں تک ہم اپنا نصاب تیار کریں گے۔اپنے مدارس میں عربی کا ماحول بنائیں۔معیارِ تعلیم کو بلند کریں اس کے لیے دو اہم فیصلے ہوئے ہیں۔ا) وفاق میں آن لائن تعلیم کی اجازت نہیں۔آن لائن تعلیم دیں لیکن وہ وفاق کا حصہ نہیں ہوگا۔طالب علم استاد کو دیکھتا ہے سنتا ہے، سیکھتا ہے، استاد اس کی تربیت کیسے کرے گا۔آن لائن تعلیم جاری رکھیں لیکن وفاق امتحان نہیں لے گا۔ جز وقتی تعلیم میں اگر نصاب مکمل ہے اور معیار مکمل ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وفاق اس کا امتحان نہیں لے گا۔

عہدیداران واراکین مجلس عاملہ شوریٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شرکاء اجلاس منعقدہ 20 جنوری 2025ء بمقام جامعہ آس اکیڈمی لاہور

نمبر شمار	اسماء گرامی	عہدہ	نام جامعہ بمع پتہ
01	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	صدر	صدر جامعہ دارالعلوم کراچی
02	حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب	سرپرست	مہتمم جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور
03	حضرت مولانا سعید یوسف صاحب	نائب صدر	جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن پلندری سدھنوتی
04	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب	ناظم اعلیٰ	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان
05	حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب	خازن	مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
06	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب	رکن	مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان
07	حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب	رکن	مہتمم جامعہ دارالقرآن فیصل آباد
08	حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب	رکن	مہتمم جامعہ دارالعلوم السلامیہ لاہور
09	حضرت مولانا مفتی حامد حسن صاحب	رکن	مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا خانیوال
10	حضرت مولانا ظہور احمد علوی صاحب	رکن	مہتمم جامعہ محمدیہ اسلام آباد

مسؤلین برائے پنجاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نمبر شمار	جامعہ/ مدرسہ	شرکاء کے نام
01	جامعہ دارالہدیٰ سیکٹر 13E گولڑہ ریلوے اسٹیشن اسلام آباد	مفتی عبدالسلام صاحب
02	جامعہ دارالعلوم سبیل الہدیٰ جامعہ مسجد طلہ آئی نائن ون اسلام آباد	مولانا محمد ادریس صاحب
03	معہد العلوم الاسلامیہ ٹرسٹ مری ہائی وے اسلام آباد	مولانا عبداللہ محمد اقبال صاحب
04	جامعہ عبداللہ بن عمر سوا گجومتہ نزد کاہنہ نو لاہور	مولانا محمد عتیق الرحمان صاحب
05	جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ للبنین نیو چوبرجی پارک لاہور	مولانا اویس احمد صاحب

06	جامعہ محمدیہ لیک روڈ لاہور	مولانا قاضی محمد اویس صاحب
07	جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ صدر بابو محلہ راولپنڈی	ڈاکٹر قاری عتیق الرحمن صاحب
08	جامعہ دار العلوم فاروقیہ قائد اعظم کالونی ڈھمیال روڈ راولپنڈی	مولانا قاضی عبد الرشید صاحب
09	مدرسہ دار العلوم ابوذر الغفاری علامہ اقبال کالونی راولپنڈی	مولانا مبشر الاسلام صاحب
10	جامعہ سیدنا علی المرتضیٰ محلہ راجہ آباد پشاور روڈ کینٹ راولپنڈی	محترم غلام ناصر صاحب
11	جامعہ عربیہ ضیاء العلوم فاروق اعظم روڈ سرگودھا	مولانا ضیاء الحق صاحب
12	مرکز اہل السنت والجماعت چک نمبر 87 سرگودھا	مولانا خبیب احمد صاحب
13	دار العلوم زکریا ساہی کالونی 49 ٹیل مکہ ٹاؤن سرگودھا	مولانا آفتاب اکرم صاحب
14	جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میانوالی	مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب
15	جامعہ دار العلوم ربانیہ بستی ریاض المسلمین پھلور ٹوبہ ٹیک سنگھ	مولانا محمد مشتاق احمد صاحب
16	جامعہ العصر تعلیمی مرکز رجانہ روڈ غوثیہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ	مولانا محمد شیراز شفیع صاحب
17	جامعہ اسلامیہ عربیہ المعروف دار العلوم فیصل آباد پیپلز کالونی فیصل آباد	مولانا محمد یوسف ثالث صاحب
18	جامعہ دار القرآن مسلم ٹاؤن آفیسرز بلاک فیصل آباد	مولانا قاری محمد یاسین صاحب
19	الجامعہ الاسلامیہ اے بلاک شیخ کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد	قاری ریاض احمد صاحب
20	جامعہ دار العلوم رحیمیہ سورک کنڈ روڈ پیر کالونی نمبر 1 ملتان	مولانا حافظ محمد احمد صاحب
21	جامعہ عمر بن خطاب شاہ رکن عالم کالونی ملتان	مولانا محمد وقاص صاحب
22	دار العلوم زکریا محمود ے والا قادر پور راں ملتان	مولانا ریاض احمد صاحب
23	جامعہ حنفیہ آئی بلاک بورے والا وہاڑی	مولانا محمد طیب حنفی صاحب
24	جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی	مہتمم
25	جامعہ اسلامیہ باب العلوم خیر پور روڈ کہروڑ پکا لودھراں	الحاج غلام محمد عباسی صاحب
26	جامعہ فرقانیہ دار المبلغین وارڈ نمبر 1 کوٹ ادو مظفر گڑھ	مولانا محمد عمر قریشی صاحب
27	مدرسہ معہد الخیر کالونی سانواں کوٹ ادو مظفر گڑھ	مفتی سجاد احمد صاحب
28	جامعہ الصابر ریلوے لند روڈ انڈسٹریل ایریا بہاولپور	مولانا محمد جہانگیر صاحب

29	جامعہ تعلیم القرآن حقانیہ احتشام کالونی نزد سوئی گیس آفس گوجرانوالہ	مفتی عبدالقاہر جرجانی صاحب
30	جامعہ نعمانیہ ڈاکخانہ لدھیوالہ ورائچ حافظ آباد گوجرانوالہ	مولانا ناصر محمود صاحب
31	جامعہ مدینۃ العلم جناح کالونی نزد انور انڈسٹری جی ٹی روڈ گوجرانوالہ	مولانا محمد ریاض صاحب
32	دارالعلوم فاروقیہ محلہ فقیر پورہ کوٹ حبیب اللہ گوجرانوالہ	مولانا محمد شاہ نواز فاروقی صاحب
33	جامعہ مظاہر العلوم فیروزوالا روڈ چیڑہ منڈی گوجرانوالہ	محترم قاضی کفایت اللہ خان صاحب
34	جامعہ علوم الشرعیہ جی ٹی روڈ بیرون غلہ منڈی ساہیوال	حافظ محمد طارق مسعود صاحب
35	جامعہ حسنین للبنین والبنات نعمان پورہ باغ	مولانا عبدالصبور صاحب

مسؤلین واراکین مجلس شوریٰ پنجاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نمبر شمار	جامعہ/ مدرسہ	شرکاء کے نام
01	جامعہ سیدنا اسعد بن زرارہ گلشن اقبال فیزون بہاولپور	حضرت مولانا مفتی سید محمد طاہر اسعدی صاحب
02	جامعہ قاسمیہ قاسم سٹی ڈیرہ غازی خان	حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب
03	مسجد و مدرسہ سیدنا صدیق اکبر نیو ماڈل ٹاؤن ڈیرہ غازی خان	حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی صاحب
04	جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ صدر بابو محلہ راولپنڈی	حضرت مولانا مفتی عبدالرحمان صاحب
05	جامعہ حنفیہ تعلیم السلام مدنی محلہ جہلم	حضرت مولانا محمد ابوبکر صدیق صاحب
06	الجامعہ الحسینیہ منگلا روڈ اڈہ نکورڈر براستہ دینہ جہلم	حضرت مولانا قاری خالق داد عثمان صاحب
07	دارالعلوم حنفیہ جامعہ عائشہ صدیقہ نزد بھون چوک چکوال	حضرت مولانا غلام مرتضیٰ اعوان صاحب
08	جامعہ محمودیہ گوجرہ روڈ جھنگ	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب
09	جامعہ رشیدیہ قاسمی شہید کالونی جھنگ	حضرت مولانا قاری محمد شفیق صاحب
10	جامعہ اشرف العلوم محلہ باغبانپورہ گوجرانوالہ	حضرت مولانا مفتی محمد نعیم اللہ صاحب
11	جامعہ رحیمیہ ترتیل القرآن نظام پورہ روڈ قصور	حضرت مولانا قاری مشتاق احمد رحیمی صاحب
12	جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب
13	جامعہ السلامیہ امدادیہ چنیوٹ	حضرت مولانا سیف اللہ خالد صاحب

14	مدرسہ عثمان بن عفان ملکوال تلہ گنگ	حضرت مولانا عبیدالرحمن انور صاحب
15	جامعہ فرقانیہ دارالمبلغین وارڈ نمبر 1 کوٹ ادو مظفر گڑھ	حضرت مولانا محمد عمر قریشی صاحب
16	جامعہ رشیدیہ جی ٹی روڈ نزد غلہ منڈی ساہیوال	حضرت مولانا کلیم اللہ رشیدی صاحب
17	الجامعہ الاشرفیہ فیروز پور روڈ مسلم ٹاؤن لاہور	حضرت مولانا مفتی محمد خرم یوسف صاحب
18	مدرسہ انوار القرآن محلہ قادر آباد چنیوٹ	حضرت مولانا قاری عبدالحمید حامد صاحب
19	جامعہ العلوم فاروقیہ گاؤں ساکہ تحصیل کھاریاں گجرات	حضرت مولانا الیاس احمد صاحب
20	جامعہ اسلامیہ باب العلوم خیر پور روڈ کہروڑ پکا۔ لودھراں	حضرت مولانا حبیب الرحمن مدنی صاحب
21	جامعۃ المصباح چک 166 ڈبلیو بی چوک میتلا وہاڑی	حضرت مولانا مفتی محمد زبیر صاحب
22	جامعہ اسلامیہ صادقیہ منچن آباد بہاولنگر	حضرت مولانا معین الدین وٹو صاحب
23	جامعہ انوار مدینہ میانہ گوندل ملکوال منڈی بہاؤالدین	حضرت مولانا قاری عبدالواحد صاحب
24	جامعہ جابر بن عبداللہ گاؤں نرتوپہ تحصیل حضرو اٹک	حضرت مولانا محمد انس صاحب
25	جامعہ قادریہ محلہ رحیم آباد بھکر	حضرت مولانا محمد صفی اللہ صاحب
26	جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میانوالی	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب
27	جامعہ اشرف المدارس رجسٹرڈ چوبارہ روڈ لیہ	حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب
28	جامعہ دارالعلوم ربانیہ بستی ریاض المسلمین پھلور ٹوبہ ٹیک سنگھ	حضرت مولانا جلیل انور صاحب
29	جامعہ قاسمیہ شرف السلام چوک سرور شہید ایم روڈ مظفر گڑھ	حضرت مولانا سعید اللہ ارشد صاحب
30	جامعہ خیر المدارس اورنگزیب روڈ ملتان	حضرت مولانا شمشاد احمد صاحب
31	جامعہ ابوہریرہ میلسی وہاڑی	حضرت مولانا محمد یاسین صاحب
32	جامعہ رحیمیہ تعلیم القرآن محلہ فاروق اعظم کوٹ سلطان لیہ	حضرت مولانا قاری عبدالغفور رحیمی صاحب
33	جامعہ محمدیہ گلشن محمد کینال روڈ ڈیرہ غازی خان	حضرت مولانا حبیب الرحمان تونسوی صاحب
34	جامعہ عربیہ اسلامیہ چک 53-2 ایل اوکاڑہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب
35	انجمن جامعہ قاسم ٹاؤن گوجرانوالہ	حضرت مولانا حافظ جواد محمود قاسمی صاحب
36	جامعہ علوم الشرعیہ جی ٹی روڈ بیرون غلہ منڈی ساہیوال	حضرت مولانا محمد نافع مسعود صاحب

37	جامعہ جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر	حضرت مولانا جلیل احمد صاحب
38	جامعہ فاروقیہ کمالیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ	حضرت مولانا محمد لطف اللہ لدھیانوی صاحب
39	جامعہ دار التقوی ٹرسٹ للبنین والبنات نیو چوبرجی پارک لاہور	حضرت مولانا اویس احمد صاحب
40	جامعہ فتحیہ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور	حضرت مولانا عبداللہ مدنی صاحب
41	دار العلوم الشہابیہ رنگ پور احمد پورہ سیالکوٹ	حضرت مولانا سجاد احمد صاحب
42	جامعہ دار العلوم فاروقیہ قائد اعظم کالونی ڈھمیال روڈ راولپنڈی	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب
43	مدرسہ اسلامیہ تعلیم القرآن کوٹ خدا بخش ڈاکخانہ قبولہ پاکپتن	حضرت مولانا قاری عبدالباسط صاحب
44	مدرسہ المعارف مکی مسجد سبزی منڈی اوکاڑہ	حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب
45	دار العلوم عثمانیہ حیات پور ڈاکخانہ لودھراں	حضرت مولانا شفیق الرحمان صاحب
46	جامعہ عمر بن الخطاب شاہ رکن عالم کالونی ملتان	حضرت مولانا محمد وقاص کریم صاحب
47	جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی	حضرت مولانا قاری عبدالمالک صدیقی صاحب
48	جامعہ انوریہ خدام الاسلام مسجد نور ہائی سٹریٹ ساہیوال	حضرت مولانا قاری بشیر احمد صاحب
49	مدرسہ تجوید القرآن ملحقہ جامع مسجد میلاد راولپنڈی	حضرت مولانا قاری محمد آصف صاحب
50	دار العلوم حنفیہ جامعہ مسجد عائشہ صدیقہ نزد بھون چوک چکوال	حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب
51	جامعہ رحیمیہ حسینیہ کلور کوٹ بھکر	حضرت مولانا قاری محمد فاروق صاحب
52	جامعہ تعلیم القرآن الزہراء للبنات امین ٹاؤن کھڈیان قصور	حضرت مولانا محمد ندیم طاہر صاحب
53	جامعہ العلوم الشرعیہ محلہ فیروز آباد غورغشتی اٹک	حضرت مولانا حافظ محمد نعیم صاحب
54	جامعہ دار العلوم نور الاسلام جی ٹی روڈ حاجی شاہ اٹک	حضرت مولانا محمد ضیاء المحسن صاحب
55	جامعہ دار العلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور	حضرت مولانا احمد سفیان صاحب
56	مدرسہ اصحاب صفہ میرپور	مولانا محمد قاسم صاحب
57	آزاد کشمیر	مولانا سید عدنان علی شاہ صاحب

مقالات ومضامین

اصولِ کرخی کے تین قواعد کی تشریح

مولانا مفتی محمد طارق محمود

مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

اصولِ کرخی حنفیہ کے فقہی ضوابط پر ایک معروف رسالہ ہے۔اس کا اصل نام مدار الاصول ہے۔اس کے تین قواعد ۲۹، ۳۰، ۳۱ کے بارے میں ایک طالب علم نے تحریری جواب طلب کیا تھا۔اس کا جواب بندہ نے لکھا اور حضرت الاستاذ مولانا نور البشر حفظہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت نے پسند فرمایا اور مزید کچھ اضافے کی رائے دی۔ چنانچہ مزید اضافہ کیا اور پھر وہ جواب حضرت الاستاذ مفتی محمد نوید خان حفظہ اللہ کی تصویب سے فتوی جاری ہوا۔اس فتوے کا متن قدرے اختصار واضافے کے ساتھ مضمون کی صورت میں مرتب پیش کیا جا رہا ہے۔ پہلے کچھ تمہیدی امور مذکور ہیں۔ان کے بعد ان تینوں قواعد کی عبارت مع ترجمہ ہے۔اس کے بعد ان کی صحیح مراد واضح کی گئی ہے۔

امام کرخی کے حالات:

ابوالحسن عبیداللہ بن حسین کرخی نام ہے۔زمانہ ۲۶۰ - ۳۴۰ھ ہے۔حنفیہ کے مشہور فقیہ اور اصولی ہیں۔ابو حازم اور ابو سعید بردعی کے بعد آپ حنفیہ کے سب سے بڑے امام ہوئے۔ابو بکر رازی، ابو عبداللہ دامغانی ، ابو علی شاشی، اور ابوالقاسم علی بن محمد تنوخی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔آپ صوم وصلاۃ کے بڑے پابند اور فقر وحاجت پر بڑے صبر کرنے والے تھے۔آخری عمر میں فالج ہو گیا تو تلامذہ نے بادشاہ سیف الدولہ کو ان کے بارے میں لکھا۔آپ کو پتا چلا تو رو پڑے اور دعا کی: اے اللہ! میرا رزق وہیں سے دینا جہاں سے مجھے آپ دیتے ہیں۔سیف الدولہ کا عطیہ ۱۰۰۰۰ درہم پہنچنے سے پہلے انتقال ہو گیا۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔(مأخذہ: الجواہر المضیۃ: ۱/ ۳۳۷) بعض نے ان پر معتزلی ہونے کا طعن کیا ہے، لیکن یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی جیسا کہ شرح مدار الاصول کے محقق دکتور اسماعیل عبد عباس نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

مجتہد شارح ہے، نہ کہ شارع

ہر چند یہ امر اجلی البدیہیات میں سے ہے کہ مجتہد کی حیثیت اسلامی قانون کی شرح کرنے والے کی ہے، نہ کہ

قانون بنانے والے کی، لیکن تنبیہ کے درجے میں اہل علم کی کچھ نصوص اس بارے میں درج کی جاتی ہیں۔

قال الامام أبو حنيفة: آخذ بكتاب الله، فما لم أجد فسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فما لم أجد في كتاب الله ولا سنة رسوله آخذ بقول أصحابه، آخذ بقول من شئت منهم وأدع قول من شئت ولا أخرج من قولهم الى قول غيرهم. (دراسات فی اصول الحدیث: ص ۱۴) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں، جو بات اس میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں، جو بات کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت میں نہ ملے تو آپ کے صحابہ کے قول کو لیتا ہوں۔ ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں (راجح ہونے کی بناء پر) اسے لیتا ہوں، اور جس کے قول کو چاہتا ہوں (مرجوح ہونے کی بناء پر) اسے چھوڑتا ہوں۔

صح عنه (أي عن الامام ابى حنيفة) أنه قال: اذا صح الحديث فهو مذهبي۔ وقد حكى ذلك ابن عبد البر عن أبي حنيفة وغيره من الأئمة۔ ونقله أيضا الامام الشعراني عن الأئمة الأربعة۔ ولا يخفى أن ذلك لمن كان أهلا للنظر في النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها۔ (رد المحتار: ۱/ ۶۷، ۶۸ مطلب صح عن الامام أنہ قال: اذا صح الحدیث فھو مذھبی) امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ ابن عبد البر نے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ سے یہ بات نقل کی ہے۔ اور امام شعرانی نے بھی ائمہ اربعہ سے یہ بات نقل کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام اس کا ہے جو دلائل میں غور کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور محکم کو منسوخ سے جدا کر سکے۔

وفي الظهيرية: روى عن أبي حنيفة أنه قال: لايحل لأحد أن يفتي بقولنا مالم يعلم من أين قلنا۔ (البحر الرائق: ۶/ ۲۹۳) امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: کسی کو ہمارے قول پر فتوی دینا درست نہیں جب تک کہ اسے اس کی دلیل معلوم نہ ہوجائے۔

قال زفر: لا تلفتوا الى كلام المخالفين فان أبا حنيفة وأصحابنا لم يقولوا في مسئلة الا من الكتاب والسنة والاقاويل الصحيحة ثم قاسوا بعد عليهما۔ (مناقب الموفق: ۱/ ۸۳) امام زفر فرماتے ہیں: مخالفین کی باتوں کی پروا نہ کرو، کیونکہ ابوحنیفہ اور ہمارے علماء نے کتاب وسنت اور صحیح اقوالِ (صحابہ) سے ہی احکام لیے ہیں، پھر ان پر قیاس کیا ہے۔ **ابن المبارک قال: لاتقولوا رأي أبي حنيفة ولكن قولوا تفسير الحديث۔** (الوجیز: ص ۵۰) عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: ابوحنیفہ کی رائے نہ کہو، بلکہ کہو وہ حدیث کی تفسیر ہے۔

قال محمد بن الحسن: لا يستقيم الحديث الا بالرأي، ولا يستقيم الرأي الا بالحديث۔ (اصول

البزدوی:ص۵) امام محمد فرماتے ہیں: حدیث بغیر رائے کے سمجھ نہیں آتی، اور رائے بغیر حدیث کے صحیح نہیں ہوتی
۔اعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الکتاب والسنة واجماع الأمة۔والأصل الرابع القیاس۔(المنار مع کشف الاسرار:۱/۱۲) جان لو کہ شریعت کی دلیلیں تین ہیں:

کتاب، سنت اور اجماع امت۔اور چوتھی دلیل قیاس ہے۔

قال أبو عمر: لیس أحد من علماء الأمة یثبت حدیثا عن رسول اللّٰہ ثم یردہ دون ادعاء نسخ بأثر مثله أو باجماع أو بعمل یجب علی أصله الانقیاد الیه أو طعن فی سندہ۔ولو فعل ذلک أحد سقطت عدالته فضلا عن أن یتخذ اماما ولزمه اسم الفسق ولقد عافاهم اللّٰہ عز وجل من ذلک ۔(جامع بیان العلم: ۲/۱۰۸۰) ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ علمائے امت میں سے کوئی نہیں کہ رسول اللہ کی حدیث نقل کرے اور پھر اسے رد کردے بغیر اس کے کہ اس کے منسوخ ہونے کا دعوی کرے، اس جیسی حدیث سے یا اجماع سے یا اس عمل سے جسے اس کے ہاں لینا ضروری ہو، یا سند میں طعن کرے۔اور اگر ایسے کرے (بغیر معارض کے حدیث کو رد کرے) تو اس کا دیندار ہونا ہی ختم ہوجائے گا چہ جائے کہ اسے امام بنایا جائے، اور وہ فاسق ہوجائے گا۔اور اللہ تعالی نے انھیں اس سے محفوظ رکھا ہے۔ابن عبد البر نے امام ابوحنیفہ کی براءت کے بیان میں یہ بات کہی ہے۔

تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان کی ہے ۔۔۔۔اتباع حدیث مقصود بالذات ہوگا اور امام ابوحنیفہ محض واسطہ فی التفہیم ہوں گے ۔۔۔۔جس مسئلے میں اختلاف ہوتا ہے اس میں احادیث مختلف ہوتی ہیں۔(خطبات حکیم الامت:۱۵/۳۱،۳۲)

مجتہد کا قول حدیث کے مخالف ہو تو چھوڑ دیا جاتا ہے

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ یہ حکم مخالفت کا (یعنی مجتہد کے کسی قول کے حدیث ک مخالف ہونے کا حکم) ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو، درایت میں حاذق ومبصر ہو۔اور جس شخص میں بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس کا حکم مخالفت کرنا معتبر نہیں۔جیسا مقصد سوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں۔جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آج کل جہلاء بے چارے اس کا احاطہ کب کرسکتے ہیں؟۔۔۔چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فوراترک کردیا۔

جیسا حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک ہونا مصرح

ہے۔لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالبا دس تک بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلا تتبع کیا تو بجز پانچ چھے مسائل کے، کہ ان میں تردد رہا۔ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا۔اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں بھی ضبط کیا تھا، مگر اتفاق سے وہ تلف ہوگیا۔مگر اس کے ساتھ ہی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے۔کیونکہ انھوں نے قصدا خلاف نہیں کیا، خطائے اجتہادی ہوگئی۔جس میں بروئے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔(الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد:ص۵۶)اور فرماتے ہیں: متبحر عالم اگر کسی مسئلہ کو خلاف دلیل سمجھے تو اس کا سمجھنا معتبر ہوگا۔ایسے حضرات کا فہم معتبر ہوسکتا ہے حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا نانوتوی۔(تحفۃ العلماء،ص: ۸۶۶،افادات حضرت تھانوی)

اذاأفتى المجتهد وظهر أن فتواه مخالف للكتاب أو السنة وجب علينا اتباع الكتاب والسنة۔ روى البيهقي في المدخل باسناد صحيح الى عبد الله بن المبارك قال: سمعت أباحنيفة يقول: اذا جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين۔(المظهرى: ۵۳/۲) قلت: ولايظهر ذلك الا لمجتهد كامل أو لمجتهد في المذهب بشرائط ولايظهر ذلك لكل أحد من الناس فافهم۔(احکام القرآن للعثمانی: ۲/ ۲۹۴) جب مجتہد نے فتوی دیا اور اس کے فتوی کا کتاب یا سنت کے مخالف ہونا ظاہر ہوا تو ہم پر کتاب وسنت کی پیروی واجب ہے۔بیہقی نے المدخل میں عبداللہ بن مبارک تک صحیح سند سے روایت کیا ہے کہتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات ثابت ہوتو وہ سرآنکھوں پر ہے۔میں (مولانا ظفر احمد عثمانی) کہتا ہوں: یہ (مخالفت کا فیصلہ) مجتہد کامل یا مجتہد فی المذہب ہی کا حق ہے شرائط کے ساتھ۔ہر شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔

قال النووي: وهذا الذي قاله الشافعي (أي قوله: اذا صح الحديث فهو مذهبي) ليس معناه أن كل أحد رأى حديثا صحيحا قال هذا مذهب الشافعي وعمل بظاهره۔ وانما هذا فيمن له رتبة الاجتهاد في المذهب على ماتقدم من صفته أو قريب منه۔ وشرطه أن يغلب على ظنه أن الشافعي لم يقف على هذا الحديث أو لم يعلم صحته۔ وهذا انما يكون بعد مطالعة كتب الشافعي كلها ونحوها من كتب أصحابه الآخذين عنه وما أشبهها۔ وهذا شرط صعب قل من يتصف به۔ وانما اشترطوا ما ذكرنا لأن الشافعي ترك العمل بظاهر أحاديث كثيرة رآها وعلمها لكن قام الدليل عنده على طعن فيها أو نسخها أو تخصيصها أو تأويلها أو نحو ذلك۔ قال الشيخ أبوعمرو: ليس العمل بظاهر ما قاله الشافعي بالهين فليس كل فقيه يسوغ له أن يستقل بالعمل بمايراه حجة من الحديث۔(المجموع شرح

المہذب: ۱/ ۶۴) نووی کہتے ہیں: اور یہ جو امام شافعی نے فرمایا ہے (کہ جب حدیث ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے) اس کے یہ معنی نہیں کہ جو بھی صحیح حدیث دیکھے یہ کہنے لگے کہ یہ شافعی کا مذہب ہے اور اس کے ظاہر پر عمل کر لے۔ یہ صرف اس کے لیے ہے جسے اجتہاد فی المذہب کا رتبہ حاصل ہو جیسے پہلے بیان ہوا یا اس کے قریب ہو۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسے گمان غالب ہوجائے کہ شافعی کو یہ حدیث نہیں ملی یا اس کا صحیح ہونا انھیں معلوم نہیں ہوا۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ جب شافعی کی سب کتب کا مطالعہ ہوجائے اور ان کے تلامذہ وغیرہ کی کتابوں کا بھی مطالعہ ہوجائے۔ اور یہ کڑی شرط ہے۔ کم لوگ اس درجے کے ہوتے ہیں۔ اور یہ شرط اس وجہ سے لگائی ہے کہ شافعی نے بہت سی احادیث جو انھیں معلوم تھیں ان کے ظاہری معنی ترک کردیے۔ کیونکہ ان میں طعن یا نسخ یا تخصیص یا تاویل وغیرہ کی دلیل ان کے ہاں پائی گئی تھی۔ شیخ ابوعمرو فرماتے ہیں: امام شافعی کے قول پر عمل کرنا آسان نہیں۔ ہر فقیہ کو یہ حق نہیں کہ وہ جو حدیث صحیح سمجھے اس پر عمل کرنے میں خودمختار ہوجائے۔ اور ظاہر ہے کہ امام شافعی کے اس قول کی جو مراد ہے وہی دیگر ائمہ کے اس قول کی مراد ہے۔

حسن ظن ہر مسلمان کا حق ہے

قال المهلب: قد أوجب الله تعالى أن يكون ظن المؤمن بالمؤمن حسنا أبدا اذيقول: لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرا وقالوا هذا افک مبين (النور: ۱۲) فاذا جعل الله سوء الظن بالمؤمنين افكا مبينا فقد ألزم أن يكون حسن الظن بهم صدقا بينا۔ (شرح صحیح بخاری ابن بطال: ۹/ ۲۶۱) ومثلہ فی التفسیر المظہری: ۶/ ۴۷۶۔ **عن سعيد بن المسيب قال: كتب الى بعض اخوانی من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ضع أمر أخيک على أحسنه مالم يأتک ما يغلبک ولا تظنن بكلمة خرجت من امرئ مسلم شرا وأنت تجد له فی الخير محملا۔۔۔ وقد روينا بعض هذه الألفاظ عن أمير المؤمنين عمر۔** (شعب الایمان: ۱۰/ ۵۵۹، ۷۹۹۲) مہلب کہتے ہیں: اللہ تعالی نے لازم ٹھہرایا ہے کہ مومن کا مومن کے ساتھ گمان ہمیشہ اچھا ہو۔ چنانچہ فرمایا ہے: جس وقت تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مؤمن مرد بھی اور مؤمن عورتیں بھی اپنے بارے میں نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے؟ (آسان ترجمہ قرآن: ص ۷۴۵) سعید بن مسیب فرماتے ہیں: بعض صحابہ نے مجھے لکھا: اپنے بھائی کے حال کو اچھے سے اچھا سمجھو جب تک کہ اس کے خلاف کوئی پکی بات تمھیں معلوم نہ ہوجائے۔ اور کسی مسلمان کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو برا نہ سمجھو جب تک کہ اس کے اچھے معنی مراد لے سکو۔۔۔۔ ان میں سے کچھ الفاظ امیر المؤمنین عمر سے بھی ہم نے روایت کیے ہیں۔

اصول کرخی کے تین قواعد ۲۹- ۳۱

التاسع والعشرون قال: ان کل آیة تخالف قول أصحابنا فانها تحمل علی النسخ أو علی الترجیح، وأولی ذلک أن تحمل علی التأویل من جهة التوفیق۔

الثلاثون قال: خبر یجیء بخلاف قول أصحابنا فانه یحمل علی النسخ أو علی أنه معارض بمثله ثم یصار الی دلیل آخر ویرجح کما یحتج به أصحابنا من وجوه الترجیح أو یحمل علی التوفیق۔ وانما یفعل ذلک علی حسب قیام الدلیل۔ فان قامت دلالة النسخ یحمل علیها وان قامت الدلالة علی غیرہ صرنا الیه علی حسبه۔

الحادی والثلاثون قال: اذا ورد عن الصحابی مخالفا لقول أصحابنا فان کان لایصح فی الأصل کفینا مونة جوابه وان کان صحیحا فی مورده فقد سبق ذکر أقسامه وهو الحمل علی النسخ أو علی أنه معارض بمثله الا أن أحسن الوجوه وأبعدها عن الشبهة أنه اذا ورد حدیث الصحابی فی غیر موضع الاجماع أن یجعل علی التأویل بینه وبین صحابی مثله۔ (اصول الکرخی مع شرحہ للنسفی :ص۸۶- ۹۴)

انتیسواں قاعدہ: ہر آیت جو ہمارے علماء کے قول کے مخالف ہو تو وہ منسوخ یا مرجوح سمجھی جائے گی۔اور بہتر یہ ہے کہ اس میں تطبیق کی رو سے تاویل سمجھی جائے۔

تیسواں قاعدہ: جو حدیث ہمارے علماء کے قول کے خلاف ہو تو اسے منسوخ یا معارض بالمثل سمجھا جائے گا۔ پھر دوسری دلیل کی طرف رجوع ہوگا اور ترجیح دی جائے گی جیسے ہمارے علماء دلیل لیتے ہیں وجوہ ترجیح میں سے یا تطبیق پر محمول کیا جائے گا۔اور یہ دلیل موجود ہونے کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔اگر نسخ کی دلیل ہو تو یہ مراد لیا جائے گا۔اور اگر کسی اور معنی کی دلیل ہو تو وہ مراد لیا جائے گا۔

اکتیسواں قاعدہ: جب صحابی کا کوئی قول ہمارے علماء کے قول کے مخالف ہو تو اگر وہ ثابت ہی نہیں تو اس کے جواب کی ضرورت ہی نہیں۔اگر ثابت ہو تو اس کی قسمیں پہلے ذکر ہو چکی ہیں۔یعنی منسوخ سمجھنا یا معارض بالمثل سمجھنا ۔تاہم سب سے بہتر یہ ہے کہ جب قول صحابی اجماعی مسئلے کے علاوہ کسی مسئلے میں آئے تو اس طرح کے دوسرے صحابی کے قول کی بناء پر اسے مؤول سمجھا جائے۔

ان قواعد کی صحیح مراد

مجتہدین نے ایک مسئلے سے متعلق سب دلائل کو پیش نظر رکھ کر حکم معلوم کیا ہے۔اس میں یہ صورت بکثرت پیش

آتی ہے کہ دلائل میں بظاہر تعارض ہو۔دلائل مین یہ صوری تعارض کیوں ہوتا ہے؟ یہ ایک مستقل مبحث ہے، تاہم یہ واقع ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ رفع تعارض میں مجتہدین کے مناہج ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں، تاہم رفع تعارض کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض دلائل کے ظاہری معنی مراد لیے جاتے ہیں اور بعض کے ظاہری معنی چھوڑ کر محتمل معنی مراد لیے جاتے ہیں۔کوئی دلیل منسوخ، کوئی مؤول اور کوئی مرجوح قرار پاتی ہے۔اور یہ سب دلیل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ چنانچہ مثلا اعلاء السنن میں چند ابواب فقہ کے دلائل کی تفصیل دیکھنے سے واضح ہوگا۔اب جس کی نظر ایک بحث کے سب دلائل پر ہے اسے معلوم ہوسکے گا کہ کس دلیل کے کیا معنی سمجھے گئے ہیں۔اور جس کی نظر اتنی وسیع نہیں ،اسے صرف ایک دلیل پہنچی اور مجتہد کا قول اس دلیل کے ظاہری معنی کے خلاف لگا تو صرف اتنی بات پر یہ فیصلہ نہ کرے مخالفت کا۔اس صورت میں عموما یہ ہوتا ہے کہ مجتہد کی دلیل دوسری آیت یا حدیث ہے اور جو اس شخص کو معلوم ہوئی اسے اس مجتہد نے منسوخ یا مؤول یا مرجوح قرار دیا ہے۔لہذا ایسے مواقع پر سہولت تفہیم کے لیے اکثری قاعدے کو بطور علامت ذکر کردیا گیا ہے۔یہ صحیح مراد ہے ان تین قواعد کی۔باقی ان الفاظ کے ظاہر سے جو شبہ ہوسکتا ہے کہ آیت یا حدیث کو مجتہد کے قول کے تابع قرار دیا گیا ہے سو معاذ اللہ یہ تو کسی عام مسلمان کی بھی مراد نہیں ہوسکتی ، چہ جائیکہ امام کرخی جیسے جلیل القدر فقیہ کی یہ مراد ہو! اتنا حسن ظن تو ہر مسلمان کا حق ہے کہ اس کے کلام سے حتی الامکان صحیح معنی مراد لیے جائیں۔اور یہ معنی ان قواعد کے الفاظ میں غور کرنے سے بھی سمجھ میں آتے ہیں کیونکہ ان قواعد میں نسخ، ترجیح اور تاویل کا ذکر ہے اور یہ سب دلیل معارض کے پائے جانے کی وجہ سے ہوتے ہیں، تو ان میں دوسری دلیل کے ماخوذ ومستدل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔اور یہی ان قواعد کی غرض اور صحیح مراد ہے۔

حاکم کہتے ہیں: **ولعل متوهما يتوهم أن لامعارض لحديث صحيح الاسناد آخر صحيح۔وهذا المتوهم ينبغي أن يتأمل كتاب الصحيح لمسلم حتى يرى من هذا النوع مايمل منه۔**(المستدرک: ۱/۳۴۹) ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ وہم ہو کہ حدیث صحیح کے معارض دوسری صحیح حدیث نہیں ہوتی! اسے چاہیے کہ صحیح مسلم میں غور کرے۔اس قسم کی اتنی مثالیں ملیں گی کہ جی بھر جائے گا۔

قرافی کہتے ہیں: **كثير من فقهاء الشافعية يعتمدون على هذا ويقولون: مذهب الشافعي كذا لأن الحديث صح فيه وهو غلط فانه لابد من انتفاء المعارض والعلم بعدم المعارض يتوقف على من له أهلية استقراء الشريعة حتى يحسن أن يقول لامعارض لهذا الحديث۔وأما استقراء غير المجتهد المطلق فلاعبرة به۔**(شرح تنقیح الفصول:ص۴۵۰) بہت سے فقہاء شافعیہ اس کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شافعی کا مذہب یہ ہے کیونکہ اس بارے میں صحیح حدیث آئی ہے۔یہ بات غلط ہے کیونکہ معارض نہ ہونے کا علم ضروری ہے

،اور یہ علم اسے ہوگا جسے (دلائل) شرع کے استقراء کی اہلیت ہو، تاکہ اس حدیث کے معارض کی نفی کر سکے۔ رہا غیر مجتہد مطلق کا استقراء سواس کا اعتبار نہیں۔

اس موضوع پر مستقل رسالہ

احمد بن باکر صالح باکری کا اس بارے میں ایک رسالہ ہے:

مقولة الامام أبی الحسن الکرخی ت ٣٤٠ رحمه الله: کل آیة أو حدیث یخالف ما علیه أصحابنا فهو مؤول أو منسوخ: دراسة أصولیة فقهیة۔ باحث اپنے رسالے کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں: **هذه المقولةالتی اشتهرت عنه و کانت مثارا لتشنیع کثیر من الباحثین فی تاریخ الفقه و أصوله و وصفوا قائلها بالغلو فی التعصب المذهبی و التقلید الأعمی و رد نصوص الشریعة بأقوال الفقهاء و لا ریب أن هذه التهمة لا یتهم بها مسلم عادی فضلا عن فقیه و أصولی کبیر کالامام الکرخی و تبین من خلال تتبع سیاق هذه المقولة أنها مسلک أصولی معتمد جری علیه فقهاء الاسلام قدیما و حدیثا و فی جمیع المذاهب الفقهیة کما بینته و قررته فی هذا البحث نظریا و تطبیقا۔** یہ امام کرخی کا مشہور قول ہے۔ یہ ان پر فقہ اور اصول کی تاریخ کے بہت سے باحثین کی تشنیع کا سبب بنا ہے۔ اور انھوں نے اس کے قائل کو تعصب مذہبی میں غلو اور اندھی تقلید کا مرتکب اور نصوص شریعت کو فقہاء کے اقوال سے رد کرنے والا کہا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ تہمت عام مسلمان پر بھی نہیں لگائی جاسکتی، چہ جائیکہ امام کرخی جیسے بڑے اصولی پر لگائی جا سکے۔ اس قول کے سیاق سے واضح ہوا ہے کہ یہ اصولیین کا ایک معتبر انداز ہے جسے قدیم اور جدید دور کے فقہاء اور سب فقہی مذاہب نے اختیار کیا ہے، جیسے میں نے اس بحث میں نظری اور تطبیقی طور پر واضح اور ثابت کیا ہے۔ **هذا و رحم الله جمیع أئمة المجتهدین و علماء المسلمین آمین**

رمضان......مومن صادق کی حیاتِ نو

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد......سب سے پہلے تو آپ کو اور خود اپنے کو بھی مبارک باد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر رمضان نصیب فرمایا۔ کتنے ہمارے دوست اور احباب ہیں جو شاید ہم سے بھی افضل ہوں گے اور اللہ کے یہاں کسی کا کیا مرتبہ ہے؟ اللہ ہی جانتا ہے، رمضان سے قبل رخصت ہوگئے، اگر ان کو قبر میں اس کا استحضار ہوا (اللہ کو منظور ہوا) تو وہ اس پر افسوس کرتے ہوں گے۔

رمضان کا کوئی بدل نہیں:......رمضان کا کوئی بدل نہیں، سب مہینے اللہ کے ہیں۔ اللہ ہی نے دنیا پیدا کی، زمانہ پیدا کیا، اور زمانے میں تبدیلی آتی رہتی ہے، لیکن رمضان کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ)

''رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن مجید نازل ہوا، جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں، اور جو (حق وباطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔''

رمضان کی فضیلت وعظمت:...... یہ معمولی بات نہیں ہے ہم برابر جو چیز دیکھتے رہتے ہیں، اکثر جس راستہ سے گزرتے رہتے ہیں، مثلاً اس پر توجہ نہیں ہوتی۔ جو چیز برابر سنتے رہتے ہیں اس پر توجہ نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اذان کے معنی کی طرف ہر مرتبہ توجہ نہیں ہوتی، یہ معمولی بات نہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ جو سب سے بڑی عزت دی جاسکتی تھی کسی وقت کو، کسی جگہ کو وہ یہ کہ اس میں اللہ کا کلام نازل ہوا، جہاں تک زمانوں کا تعلق ہے، مہینوں اور مقامات کا تعلق ہے اس سے بڑھ کر کوئی فضیلت کی بات نہیں ہوسکتی جس میں قرآن مجید (اللہ کا کلام) نازل ہوا۔

نادر موقع:......ایک تو اس پر مبارک باد قبول کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر رمضان نصیب فرمایا۔ اور جو کوتاہیاں ہم سے ہوئیں یا جو ہمارے خیال میں آسکتی ہیں خود اپنا حساب لینے سے جو کمی رہ گئی ہے پچھلے رمضانوں میں، وہ اس میں پوری کی جاسکتی ہے۔

اللہ پر یقین اور ثواب کی لالچ:......اس میں پہلی بات جو یاد رکھنے کی اور دل پر نقش کر لینے کی ہے، وہ یہ کہ اللہ کے رسول نے خاص عبادتوں کے متعلق فرمایا ہے کہ:

”من قام لیلة القدر ایماناً و احتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه و من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفر له ماتقدم من ذنبہ۔

روزہ برائے افطار:......اس سلسلہ میں ایک تجربہ ہوا کہ ایک مرتبہ آج سے کوئی بیس پچیس تیس برس پہلے کی بات ہے کہ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن نے ہم سے ایک تقریر لکھوائی کہ وہ رمضان کی پہلی تاریخ کو نشر کی جائے گی۔ وہ ہم نے لکھ کر دے دی، اس کے بعد مجھے ایک طویل سفر پیش آ گیا جس میں پشاور، کوئٹہ اور قندھار کے راستہ میں افغانستان کے قریب تک کا سفر تھا، جو ایک دینی ضرورت سے کیا گیا تھا، تو ہم کوئٹہ میں تھے کہ رمضان کا چاند نظر آیا۔ ایک فوجی افسر نے یا کسی رئیس نے دعوت کی تو اس میں ایک فوجی افسر بھی شامل ہوئے، جو ادھر ہندوستان کی طرف کے تھے وہ ریڈیو سے تقریر سن کر آئے تھے، ہمیں تو اس کا موقع نہیں تھا) انہوں نے کہا مولانا ہم نے لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے آپ کی تقریر سنی تو اس میں آپ نے رمضان کے بہت سے فضائل بیان کیے اور اس کی خصوصیات کا ذکر کیا۔ لیکن آپ نے ایک بات کا ذکر نہیں کیا۔ روزہ کھولنے میں جو مزہ آتا ہے وہ کسی چیز میں نہیں آتا۔ گرمی کا زمانہ ہے تو پانی پینے میں اور دوسرا موسم ہے تو افطار کرنے میں جو مزہ آتا ہے وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں آتا، اور میں تو روزہ اسی لیے رکھتا ہوں۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں تو روزہ اسی لیے رکھتا ہوں، اسی مزے کی بناء پر کہ روزہ رکھ کر جب افطار کرو تو وہ مزہ آتا ہے جو دنیا کی کسی نعمت میں کسی بڑی سے بڑی خوراک میں، کھانے میں پھل اور میوہ میں نہیں آتا۔

روزہ عادت یا عبادت:...... یہ بات بڑی آزمائش کی ہے، ساری دنیا کے لیے، اور مسلمانوں کے لیے بھی بحیثیت انسان ہونے کے کہ عادت اور عبادت ان دونوں چیزوں میں اختلاف ہے۔ ان میں باہم تمیز نہیں ہو پاتی تو اکثر ایسا ہوتا کہ عبادت عادت بن جاتی ہے اور اس میں استحضار نہیں ہوتا کہ ہم کس کے لیے کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ نمازیں بعض مرتبہ بالکل عادت بن جاتی ہیں۔ نماز پڑھنے کی عادت پڑ گئی، وقت ہوا تو گئے مگر کوئی استحضار نہیں کہ ہمارے ایک ایک قدم کا کیا ثواب مل رہا ہے، اور کتنی دور جا رہے ہیں، اور مسجد پہنچ رہے ہیں، پھر مسجد میں اس نیت سے پاؤں رکھیں اور کہیں: **اللھم افتح لی ابواب رحمتک**

اور خیال کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے گھر آ گئے، رحمت و برکت کی جگہ میں آ گئے، بس وہ جیسے ایک ڈھلی ہوئی چیز ہوتی ہے، اسی طرح مذہبی زندگی بھی ڈھل جاتی ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر اپنے وقت پر ہوتی ہے لیکن شعور نہیں ہوتا، استحضار نہیں ہوتا۔

روزہ رضائے الٰہی کا ذریعہ:......پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اس میں اپنے ذہن کو حاضر رکھیں کہ روزہ آپ اللہ کی خوشی کے لیے رکھ رہے ہیں، نہ دکھانے کے لیے، نہ رواجاً اور نہ کسی شرم سے کہ لوگ کہیں گے یہ کیسے روزہ خور ہیں اور

روزہ نہیں رکھتے ہیں، اس کا استحضار ہونا چاہیے۔ اور ایسے ہی شب قدر تک کے متعلق آتا ہے:

"من قام لیلۃ القدر ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔"

جو شب قدر میں عبادت کرے اللہ پر یقین کرتے ہوئے، اس کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی لالچ میں، تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ تو ایک بات تو یہ ہے کہ پورا استحضار ہو، اور ذرا ذہن کو تازہ کرلیا جائے ہم نے یہ روزہ اللہ کی خوشی کے لیے رکھا ہے اس لیے کہ روزہ فرض ہے۔

رحمتِ باری کا مظہر:...... اللہ تعالیٰ نے رمضان میں بڑی خصوصیات رکھی ہیں، اس میں بڑی برکتیں ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے، پھیل جاتی ہے، اس میں بڑے بڑے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس لیے نیت کا استحضار ہو، شعور بیدار ہوجائے، ذہن کو ذرا تھوڑا سا اس میں حاضر کرلیجیے، اور ذہن سے یہ بات کہلوا لیجیے کہ یہ روزہ اللہ کی خوش کے لیے رکھ رہے ہیں، رسماً، رواجاً، مصلحتاً یا کسی اور وجہ سے نہیں۔

تلاوت کا موسم:...... پھر اس کے بعد اس روزہ میں آپ اپنے وقت کو جتنا عبادت میں مشغول رکھ سکیں پھر، نوافل میں اور اس سے بڑھ کر اس میں قرآن مجید کی تلاوت، آپ کی طاقت وصحت کے مطابق اور فرصت کے مطابق، اور دنوں کے مقابلہ میں زیادہ ہونی چاہیے۔ اللہ کے ایسے بھی بندے ہوتے ہیں جو ایک ایک قرآن مجید روز پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ غالباً ایک قرآن مجید روز ختم کرلیتے تھے، ہم نے بھی کئی رمضان ان کے ساتھ گزارے ہیں، ہم کئی بار رمضان میں حاضر ہوئے ہیں اور باقی یہ کہ اس سے کم تو لوگ کرتے ہی تھے، اور پھر ادب وخشوع کے ساتھ اور اللہ کی نعمت سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی رمضان میں ہمیں توفیق دی۔ رمضان جو اس کا محبوب مہینہ ہے اس مہینہ میں قرآن مجید پڑھنے کا جو اجر ہے، وہ عام وقتوں میں نہیں ہے۔

عبادت وطاعت کا مہینہ:...... دوسری بات یہ کہ اس میں ہمارا زیادہ تر وقت عبادت وریاضت، ذکر واذکار، توبہ استغفار، دعا ومناجات اور تلاوت قرآن میں گزرے، لیکن زیادہ بات چیت نہ کریں چاہے اس میں غیبت نہ ہو اور غیبت سے تو بہت بچنا چاہیے عام طور پر اور رمضان میں خاص طور پر، جیسے دوستوں کی باتیں ہوتی ہیں اپنے گھر میں، شہر کا حال بیان کررہے ہیں، موسم کا ذکر کررہے ہیں، یا اپنی زندگی کے کچھ حالات بیان کررہے ہیں یا پوچھ رہے ہیں اور کوئی ایسی تفریحی باتیں کررہے ہیں وقت گزاری کے لیے یہ نہیں جہاں تک ہوسکے یا تو قرآن مجید کی تلاوت میں وقت گزرا جائے، یا پھر آرام کرنے میں وقت گزارا جائے، یا مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہا جائے، ایک اعتکاف تو ہے اخیر عشرہ کا، لیکن یہ اعتکاف ہر وقت ہوسکتا ہے اس وقت سے لے کر عصر تک کے لیے معتکف ہیں اور

اس عصر سے لے کر مغرب تک کے لیے معتکف ہیں، یہ جزوی اور مختصر اعتکاف ہوتا ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے۔

حقوق العباد کی فکر:......اور پھر اس کے بعد رمضان میں ایک بات کرنے کی یہ ہے کہ جو حقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں، ان کی سوچ کر لے اور ارادہ کر لے کہ اب ان کو ادا کریں گے، جس کا جو حق ہے اسے دیں گے اور ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان سے بچیں گے اور توبہ واستغفار بھی کریں گے۔

رمضان حیاتِ نو کا آغاز:......اس رمضان سے آیندہ زندگی کا نیا نقشہ بنائیں گے کہ ایک زندگی شروع ہوتی ہے ولادت سے، ایک زندگی شروع ہوتی ہے بلوغ سے، ایک زندگی شروع ہوتی ہے کسی مدرسہ سے فراغت حاصل کر کے، ایک زندگی شروع ہوتی ہے حج سے، اور ایک زندگی شروع ہوتی ہے رمضان سے بھی۔ آپ یہ ارادہ کریں کہ اب اس رمضان سے نمازوں کی پابندی اس سے زیادہ کریں گے جتنی کرتے تھے، اس سے پہلے تو جماعت کبھی چھوٹ جاتی تھی، کبھی تاخیر ہو جاتی تھی، کبھی سو جاتے تھے، اب جماعت کا اور اہتمام والتزام کریں گے، یہ ارادہ آپ اسی رمضان میں کیجیے۔

حقوق کی رعایت وادائیگی:......اور ایسے میں جو شرعی حقوق پر واجب ہوتے ہیں میراث کے ہیں ترکہ کے ہیں، جائیداد کے ہیں اور ساجھے کی تجارت کے ہیں۔ ان کا بھی ارادہ اسی رمضان میں کیجیے کہ ہم ان شاء اللہ وہ اپنے ذمہ نہیں رکھیں گے۔ ان کو ادا کریں گے۔

طلب علم اور علماء وصالحین کی ہم نشینی:......اور یہ ارادہ بھی کیجیے کہ ہم اس رمضان کے بعد زیادہ سے زیادہ دینی معلومات حاصل کریں گے، دینی کتابیں پڑھیں گے، دینی صحبتوں میں بیٹھیں گے، تبلیغ میں جائیں گے، یا علماء کی مجلس میں بیٹھیں گے یا اللہ کے نیک بندوں کی زیارت کے لیے جائیں گے۔

رمضان انقلاب انگیز مہینہ:...... یہ سب ارادہ اس رمضان میں کیجیے تب یہ رمضان آپ کی زندگی میں انقلابی رمضان ہوگا انقلاب انگیز، عہد آفریں، اس سے ایک نئی زندگی شروع ہوگی۔ اور رمضان سے نئی زندگی شروع ہونی چاہیے۔

تصحیح نیت اور اخلاص عمل:......اور اتنا ہی ضروری ہے کہ آپ اپنی نیت صحیح کرلیں اور ایماناً واحتساباً جو کہا گیا ہے کہ اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس ک اجر وثواب کی لالچ میں ہم روزے رکھ رہے ہیں اس کو ذرا ذہن میں تازہ کر لیجیے تو اس کا ثواب بہت ہوگا۔

آٹو میٹک وضو اور خودکار نمازیں:......حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ وضو کرتے ہیں اور ان کا خیال نہیں ہوتا حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ سے جو کچھ گناہ

ہوئے ہیں، اور جو کوتاہیاں ہوئی ہیں اور جو سیئات ہوئے ہیں اور جو صغائر ہوئے ہیں سب معاف ہو جاتے ہیں، منہ پر پانی ڈالتا ہے تو آنکھوں سے جو کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں، اور جو زبان سے ہوئی ہیں وہ سب معاف ہو جاتی ہیں۔ اس کا کسی کو خیال ہی نہیں ہوتا، بس وہ بالکل جیسے کسی چیز کا مشینی (آٹو میٹک طریقہ ہوتا ہے، تو ہمارا وضو بھی مشینی ہو گیا ہے اور اللہ معاف کرے بہت سے لوگوں کی نمازیں بھی مشینی ہو گئی ہیں۔ آئے اور کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہا کچھ خیال نہیں ہم کس کے سامنے کھڑے ہیں؟ یہ کون سی نماز ہے؟ اس کا کیا ثواب ہے؟ کیا اجر ہے؟ پھر اس میں جو پڑھا جاتا ہے اگر تنہا پڑھ رہا ہے تو اس پر غور کرے اگر کسی جہری نماز میں امام کے پیچھے ہے تو قراءت پر غور کرے۔ یہ سب چیزیں سانچے میں ڈھل کر بالکل طبعی، عادتی اور خود کار ہو گئی ہیں۔ ان سب چیزوں میں اسی رمضان سے آپ کی زندگی میں کوئی اچھی تبدیلی و ترقی آنی چاہیے۔

ایصال ثواب کی برکت:...... ماشاء اللہ اتنے آدمی روزے رکھ رہے ہیں، اور قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، اور تہجد پڑھ رہے ہیں لیکن یہاں کے لوگوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں؟ ایسا نہیں ہونا چاہیے، کچھ حصہ ان کا بھی ہونا چاہیے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ان کو بھی اجر عطا فرمائے گا، آپ کو بھی ترقی و مزید توفیق عطا فرمائے گا۔ اس سے آپ کی زندگی میں برکت ہوگی، ان شاء اللہ، اس لیے کہ وہ اللہ کے بڑے صادق اور مخلص بندے تھے، اور ان کی وجہ سے دین کا بڑا فروغ ہوا۔

کیا خبر یہ آخری رمضان ہو؟:......اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ اس رمضان کی قدر کریں۔ اللہ اس کے بعد آپ کو بہت سے رمضان نصیب فرمائے۔ لیکن آپ کے ذہن میں یہ ہونا چاہیے کہ اس رمضان میں کوئی کوتاہی نہ ہو، اس خیال سے کہ رمضان تو ابھی بہت کرنے ہیں، نہیں! بلکہ اسی رمضان میں ایسا کریں کہ جیسے معلوم نہیں اس کے بعد موقع ملے یا نہ ملے، کیا ہو۔ صرف عمر ہی کا مسئلہ نہیں، صحت کا مسئلہ بھی ہوتا ہے اور بعض حوادث کا مسئلہ بھی ہوتا ہے، ان سب سے اللہ آپ کو بچائے۔ اور آپ کو بہت سے رمضان نصیب فرمائے۔ مگر اس رمضان کی قدر کریں اور اس میں زیادہ سے زیادہ ہو سکے وہ کر لیں۔

درود پاک کی کثرت:......اللہ سے دعائیں مانگ لیں، استغفار کر لیں، قرآن شریف پڑھیں، ایصال ثواب کریں، اور درود شریف کا اہتمام رکھیں، یہاں کے قیام میں نمازوں کے بعد، قرآن مجید کی تلاوت کے بعد سب سے زیادہ اہتمام درود شریف کا ہونا چاہیے۔ کم سے کم ایک بار تو درود شریف جو مسنون ہے۔ **اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد وعلیٰ آل محمد کما بارک علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔**

رمضان کا احترام اور ہماری کوتاہیاں

مولانا امداد الحق بختیار قاسمی

اللہ نے اس کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں، ان میں سب سے افضل واشرف انسان کو بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ انسان سے بہت محبت رکھتا ہے، وقفہ وقفہ سے ایسے مواقع انسان کو دیتا ہے، جس سے یہ اللہ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو سکے، اس کی رحمتوں کو سمیٹ سکے اور نعمتوں کا مستحق ہو سکے، اپنی کوتاہیوں کو معاف کرا سکے اور اپنے نامہ اعمال کو پاک وصاف کرا سکے، رمضان المبارک کا مہینہ ان تمام مواقع میں سب سے اعلی حیثیت رکھتا ہے، صرف اس ایک مہینہ میں اللہ تعالی مختلف انداز سے رحمتوں کی برسات کرتا ہے، کبھی سحر کے ثواب کے اعتبار سے، تو کبھی افطار کی فضیلت کے نام پر، کبھی روزوں کے انعام کی شکل میں، تو کبھی تراویح کے اجر کے طور پر، کبھی فرائض کا ثواب ستر گنا بڑھا کر، تو کبھی نوافل کو فرائض کی حیثیت عطا کر کے، کبھی سحر وافطار کے وقت دعا کی قبولیت کا مژدہ سنا کر، تو کبھی ہزاروں کی تعداد میں جہنم سے رہائی کا پروانہ تھما کر، اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان کا کتنا بڑا مقام ومرتبہ ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگانا مشکل نہ ہوگا کہ اس نے اپنے کلام کے نزول کے لیے اسی ماہ کا انتخاب کیا، اس مہینہ کے انتظار میں ایک سال قبل سے ہی جنت کو آنے والے رمضان کے استقبال میں سجانا شروع کر دیا جاتا ہے، نیز اس ماہ کی خوشی اور شادیانے کے طور پر جنت اپنے تمام دروازوں کے ساتھ کھول دی جاتی ہے۔ جب یہ مہینہ آتا ہے تو نہ صرف زمین پر رہنے والے انسانوں کے ماحول میں ایک خوش گوار تبدیلی واقع ہوتی ہے؛ بلکہ آسمان پر بھی اہتمام واحترام اور خوشی ومسرت کا عالم ہوتا ہے، فرشتوں اور جنت کے مکینوں کے درمیان اس مبارک مہینہ کی وجہ سے خوشیوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اس مقدس اور بابرکت مہینہ کے پیش نظر سرکش شیاطین کو قید کر لیا جاتا ہے، اسی ماہ کی تیاری کے طور پر جہنم کے تمام دروازے پورے مہینہ کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں۔

اس طرح ایک پاک وصاف ماحول انسان کو فراہم کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ اس ایک مہینہ میں اپنے مقصد کے حوالے سے ان سب کی تلافی کر سکے، جو گیارہ مہینہ میں چھوٹ گئیں ہیں، وہ سب حاصل کر سکے جو وہ چاہتا ہے، اپنے بنانے والے کی بارگاہ اور اس کی نظروں میں قربت کا مقام بلند حاصل کر سکے اور دنیا میں آنے کے اپنے مقصد کو

بڑی حد تک حاصل کر سکے۔

رمضان المبارک کا مہینہ آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اس کے استقبال کی تیاریاں اس طرح ہوتیں کہ آپ شعبان کے تقریباً پورے مہینہ کے روزے رکھتے؛ تاکہ رمضان کے روزوں کا لطف زیادہ سے زیادہ حاصل ہو، آپ ...... صحابہ کو خوش خبری سناتے کہ ایک مبارک مہینہ آنے والا ہے، پھر اس کے فضائل ومناقب بیان فرماتے، اس کے فوائد ومنافع سے آگاہ فرماتے، اس میں غفلت اور سستی نہ برتنے کی وصیت فرماتے، اس سے محروم رہنے والے لوگوں پر افسوس کا اظہار فرماتے۔

خود کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کی تلاوت میں اضافہ ہوجاتا؛ حتیٰ کہ جبرئیل امین کے ساتھ قرآن کا دور ہوتا، آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جاتی، آپ کی سخاوت ہوا کی رفتار سے چلتی اور دریا کی رفتار سے بہتی، کبھی پورے مہینہ کے لیے مسجد میں معتکف ہوجاتے، کبھی بیس (20) دن کے لیے، اخیر عشرہ کا اعتکاف تو آپ نے پوری زندگی بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ رمضان المبارک میں آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا، زیادہ سے زیادہ عبادت، تلاوت اور دوسرے کارِ خیر کی فکر ہمیشہ آپ کے قلب ودماغ پر چھائی رہتی، دعاؤں کا اہتمام بڑھ جاتا، راحت وآرام اور بستر کو الوداع کہہ دیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان عبادت وریاضت کا ایک مثالی مہینہ ہوتا تھا۔

رحمتوں کی خدائی بارش اور شیطانی چھتریاں

ایک طرف تو رمضان کا یہ اہتمام واحترام اللہ اور اس کے رسول کے یہاں ہمیں ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہر گھڑی اہم ہے، ہر ساعت قیمتی ہے، الگ الگ نام اور انداز سے اللہ کی رحمتیں دنیا والوں پر نازل ہوتی ہیں، ہر لمحہ ایسا ہے، جس کا بے صبری سے انتظار کیا جانا چاہیے اور بھرپور طور پر اس میں موجود بشارتوں اور انعامات کو حاصل کرنے کی جان توڑ کوشش کرنی چاہیے، حتیٰ کہ انسانوں میں اس تعلق سے مسابقے کا جذبہ ہونا چاہیے، ایک دوسرے سے آگے نکل کر زیادہ سے زیادہ اور اچھی سے اچھی عبادت کرنے کے جذبات ہونے چاہیے؛ لیکن افسوس کہ سوائے ایک چھوٹی سی جماعت کے اکثر لوگ نہ صرف یہ کہ ان قیمتی اوقات سے غافل رہتے ہیں؛ بلکہ بعض تو ایسے مبارک لمحات میں بھی نفس اور نفسانی خواہشات کی قید وبند میں جکڑے رہتے ہیں، اپنے آس پاس ایسا ماحول بناتے ہیں کہ کوئی نیکی، کوئی سعادت مندی اور کوئی ثواب ان تک پہنچ بھی نہ سکے؛ چنانچہ وہ رمضان المبارک میں بھی اپنی بری عادتوں اور اپنے غلط معمول سے باز نہیں آتے، گویا ان کا شیطانی نفس اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے آگے اپنی نفسانی اور شیطانی چھتری تان کر کھڑا ہوجاتا ہے کہ کہیں کوئی رحمت اس پر پڑ نہ جائے۔ معاذ اللہ!

موبائل اورٹی وی کا اثر رمضان پر:

چنانچہ مردوخواتین،نوجوان بچے اوربچیوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جو رمضان کے مقدس اوقات بھی ٹی وی یا موبائل کی نذر کردیتے ہیں، اسلامی نام کے بہت سے چینل خاص رمضان میں شروع ہوتے ہیں،جن پر رمضان کی مناسبت سے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں،ایک اچھی خاصی تعداد ایسے پروگرام بھی دیکھتی ہے، نیز بعض تو سیریل کی زنجیر میں ایسے پھنسے رہتے ہیں کہ ایک کے بعد دوسرے ایپی سوڈ (Episode) کو دیکھنے کے لیے بے تاب رہتے ہیں،نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں بھی موبائل کی لت ان سے نہیں چھوٹتی، وہ کبھی فیس بک پر رہتے ہیں،کبھی واٹس ایپ میں،کبھی ٹویٹر پر،تو کبھی انسٹاگرام پر، نیز کبھی ویڈیو گیم کھیلنے،تو کبھی ریل کا مشاہدہ کرنے میں وقت گزارتے ہیں ، اس طرح وہ رمضان کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے سعادت اور نیکی کے اپنے حصہ میں بدبختی ، بدنصیبی اور محرومی جمع کرتے ہیں ۔

ایسے لوگوں کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں، جنہیں بھوک کی شدت کے سوا روزہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 121)

رمضان پر تجارت کا اثر:

ہمارے بہت سے مسلمان تاجر ایسے ہیں ، جن کی تجارت رمضان المبارک میں بہت چلتی ہے، جیسے کپڑے والے، جوتے چپل والے، فروٹ والے اور درزی وغیرہ، حتیٰ کہ بعض کے لیے تو یہ سالانہ سیزن ہوتا ہے، وہ اپنی سالانہ آمدنی کا بڑا حصہ اسی مہینہ میں کماتے ہیں ؛ لہٰذا ان کی توجہ رمضان کی عبادتوں سے زیادہ اپنی تجارت کے فروغ اور زیادہ سے زیادہ تجارت کرنے پر رہتی ہے، حتیٰ کہ بعض تو ایسے بھی ہیں ، جو اپنے کاروبار کے چکر میں تراویح نہیں پڑھتے ،بعض نوافل کا اہتمام نہیں کرتے ،بعض قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتے یا بہت معمولی کرتے ہیں اور بعض تو ایسے ہیں کہ وہ روزہ سے بھی محروم رہ جاتے ہیں ، اللہ اکبر! یہ کیسی محرومی کی بات ہے کہ رمضان جیسا متبرک مہینہ ایک مسلمان بغیر روزے کے گزارے! آخر ایک ایمان والا اس کی ہمت کیسے کرسکتا ہے!

یہ انتہاء درجے کی بدنصیبی اور محرومی ہے، یہ رمضان المبارک کی بے احترامی اور بے وقعتی ہے، یہ اللہ کے انعام کو ٹھکرانا اور اس سے منہ موڑنا ہے،بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اپنے لیے اور اہل وعیال کے لیے روزی کمانا بھی شرعی فریضہ ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے؛ لیکن نماز چھوڑ کر، روزے چھوڑ کر اور اللہ تعالی کے احکام کو توڑ کر جو روزی کمائی جائے گی ، وہ پیٹ کی بھوک کو تو راحت پہنچا سکتی ہے؛ لیکن دل ودماغ کی تسکین کا باعث نہیں بن سکتی، ایسی تجارت روزی

کے ساتھ ساتھ نحوست بھی لائے گی، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تو یہ صفت بیان کی ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ۔

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں، جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے، زکات دینے سے غافل رکھتی ہے، وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں، جس میں دل اور نگاہیں پلٹ جائیں گی۔(سورۃ النور:37)

بلکہ اللہ کے بندے تو ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں کبھی گھاٹا نہیں ہوتا اور وہ تجارت درج ذیل ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ ۔ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۔

ترجمہ: یقیناً جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، پوشیدہ اور علانیہ طور پر ہمارے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں، جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا اجر دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے؛ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا اور قدردان ہے۔ (سورۃ الفاطر:29-30)

یقیناً دنیا داروں کے لیے بھی رمضان کا مہینہ ایک سیزن ہے، پیسے کمانے، مال بڑھانے اور دنیا جمع کرنے کا بہترین موقع ہے۔ اور اللہ کے نیک اور باتوفیق بندوں کے لیے بھی یہ مہینہ ایک سیزن اور نیکیوں کا موسم بہار ہے، جس میں وہ نیکیوں کا انبار جمع کرتے ہیں، تلاوت، تراویح، روزہ اور دیگر عبادات میں اپنی محنت ومشقت اور اپنا وقت خرچ کر کے ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں تاجر ہمیشہ سرخ رو ہوتا ہے اور بڑے فائدہ کا حق دار بن جاتا ہے۔ ایک دنیا کے لیے تجارت ہے اور ایک آخرت کے لیے ہے، دونوں کو نفع ہوتا ہے؛ لیکن دونوں میں زمین وآسمان جیسا فرق ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۔

ترجمہ: مال واولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور جو نیکیاں ہمیشہ رہنے والی ہیں، آپ کے رب کے نزدیک ان کا ثواب بھی بہتر ہوگا اور ان کے ساتھ وابستہ توقع (اور اس کا نتیجہ) بھی اچھا ہوگا۔ (سورۃ الکہف:26)

جو لوگ روزے نہیں رکھتے وہ کس درجہ محروم اور بدنصیب ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنا دشمن قرار دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید ہے: ثلاثٌ مَنْ

حَفِظَهُنّ فَهُوَ وَلِيّ حَقاً، ومَنْ ضَيّعَهُنّ عَدُوّیْ حَقًّا: الصَّلاَةُ وَالصِّیَامُ وَالْجَنَابَۃُ۔ترجمہ: تین چیزوں کی حفاظت جس نے کی، وہ واقعتا میرا دوست ہے۔ اور جس نے انھیں ضائع کیا، وہ درحقیقت میرا دشمن ہے: نماز، روزہ اور جنابت۔(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر: 8961)

بازار بازی اور رمضان:

بہت سے لوگ رمضان جیسے سنہرے موقع کو منظم نہیں کرتے، پہلے سے اس کی تیاری نہیں کرتے، رمضان میں پیش آنے والی ضرورتوں کا پہلے سے انتظام نہیں کرتے، عید کے انتظامات بھی قبل از وقت نہیں کرتے، جس کے نتیجہ میں وہ رمضان المبارک کا بڑا حصہ بازار اور خرید وفروخت میں ضائع کر دیتے ہیں، سحر وافطار کے سامان کے انتظام میں کافی وقت بازار میں گزارتے ہیں، اور پھر پندرہ رمضان کے بعد تو مساجد کی رونق ماند پڑ جاتی ہے اور بازار کی چمک دمک اور چہل پہل میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے۔ ہماری بعض خواتین تو اخیر عشرہ کی راتیں بازار میں ہی گزارتی ہیں، ان کو شب قدر سے زیادہ نئے ڈیزائن کے کپڑوں اور نئے ماڈل کی سینڈلوں کی تلاش رہتی ہے؛ جب کہ اخیر عشرہ میں اللہ کی رحمت، عنایت، توجہ اور انوار وبرکات کا نزول پہلے سے زیادہ ہونے لگتا ہے اور اس قیمتی عشرہ کو ہمارا معاشرہ بازار بازی کی نذر کر دیتا ہے، اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہے اور ہم بازار کی طرف؛ کتنے افسوس کا مقام ہے! کاش ہمارے اندر عقل اور تمیز ہوتی! رمضان کی مقدس ساعات بدترین جگہ میں ہم گزارتے ہیں؛ چناں چہ بازار کے تعلق سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

"أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا"

ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے بدترین جگہ اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔ (صحیح مسلم، باب أحب البلاد إلی اللہ مساجدہا، حدیث نمبر: 671)

رمضان کے ناقدروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ:

اس مبارک مہینہ کی ناقدری کرنے والے کو کبھی حضرت جبرئیلؑ نے اس طرح بددعا دی: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی، کبھی آپ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: بدبخت ہے وہ شخص جو اس ماہ مبارک میں بھی باران رحمت سے محروم رہا۔ (کنز العمال، حدیث نمبر: 23693)، کہیں آپ نے فرمایا: جس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوسکی تو پھر کب ہوگی! (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: 8963)، رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی جو لوگ گناہوں میں ملوث رہتے

ہیں ، ان کے بارے میں اللہ کے نبی کی وعید ہے کہ اگلے ایک سال تک فرشتے ان پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔(کنز العمال، حدیث نمبر:23724)،ایک روایت میں اللہ کے نبی کا فرمان ہے: میری امت اس وقت تک ذلیل وخوار نہیں ہوسکتی، جب تک وہ روزوں کا اہتمام کرتی رہے۔(کنز العمال، حدیث نمبر 23701)،کہیں رمضان کے ناقدروں کے بارے میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگ بھوکے پیاسے رہیں۔یعنی اللہ کے یہاں ان کے اس عمل کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔

آخری پیغام لہٰذا رمضان المبارک کے موقع کو ہمیں غنیمت سمجھنا چاہیے،اس کی ایک ایک ساعت اور گھڑی کے ہم قدر کرنے والے بنیں، روزہ، تراویح اور اعتکاف کے ساتھ ساتھ تلاوت اور دیگر عبادتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، اس مقدس مہینہ میں ہر طرح کے گناہ سے پرہیز کرنا بیحد ضروری ہے، اپنے آپ کو رمضان کی مخصوص عبادتوں کے لیے زیادہ سے زیادہ فارغ کر لینا چاہیے، تجارت اور کاروبار میں کم سے کم وقت خرچ کرنا چاہیے، خرید وفروخت بالکل محدود کر دینی چاہیے، ٹی وی، موبائل اور بازار میں وقت گزارنے سے بالکل دور رہیں؛ تاکہ رمضان کی رحمتیں، برکتیں اور نیکیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں۔ اور خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم رمضان کے محروم لوگوں میں شامل ہو جائیں، بجائے سعادت مندی کے بدبختی ہمارے ہاتھ آئے، بجائے رحمت الٰہی کے فرشتوں کی لعنت ہم پر برسیں اور نہ جانے ان سب کی تلافی کے لیے اگلا رمضان ملے یا نہ ملے!۔

(بقیہ: یونیورسٹیوں اور مدارسِ دینیہ کے ذرائع آمدن)

نیز اگر آپ یونیورسٹیوں کے ذرائع آمدن ہی اختیار کرنا چاہتے ہیں تو کیا آپ کو اپنے اداروں کے نام سے "مدرسہ" اور "اکابرین" کے نام ونسبت نہیں ہٹا دینی چاہیے؟

آخر میں مضمون کا اختتام صدر وفاق حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی گفتگو سے کچھ اقتباس نقل کر کے کرتے ہیں: ''ہمارے مدارس کی بنیاد حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے وقت سے ہی اس بات پر ہے کہ یہ پرائیویٹ ادارے ہیں، ان کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ ہمیں حکومت سے کوئی امداد چاہئے، نہ ہمیں حکومت سے کوئی پیسے چاہییں، نہ حکومت کی ہمیں مداخلت چاہیے، ہم اپنے طریقہ کار پر جو اکابر کا طریقہ کار چلا آرہا ہے اس کے تحت چلنا چاہتے ہیں، کوئی ایسے ادارے کو ہم اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتے جو ہمارے اندرونی نظام میں دخل اندازی کرے، جو ہمارے طریقہ کار میں مداخلت کرے، جو کسی طرح بھی ہمارے مقاصد پر اثر انداز ہو، مدرسہ کو ہم اس سے آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔'' (حوالہ: مدارس رجسٹریشن پر شیخ الاسلام، صدر وفاق مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی وفاق المدارس کی مجلس عاملہ میں گفتگو، 17 دسمبر 2024)۔

فضلائے کرام کی خدمت میں چند گذارشات

مولانا عبدالمتین زید مجدہ

اسلامی جامعات اور دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ جب اپنے تعلیمی سلسلے کی تکمیل کر کے دورہ حدیث سے فارغ ہو رہے ہوتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں مختلف افکار اور سوچوں کی کشمکش برپا ہوتی ہے، ایک طرف ماضی کی بے فکری اور بے غمی کی زندگی اور دوسری طرف ذمہ داریوں اور توقعات کا انبار، ایک طرف طالب علم ہے، غلطی ہوئی تو کیا ہوا؟ کی حوصلہ افزا آوازیں، دوسری طرف عالم ہو کر ایسی غلطی کیوں کی؟ کی حوصلہ شکن گونج، ایک طرف اساتذہ کے سائے اور سہارے، دوسری طرف ان سایوں اور سہاروں سے دوری، ایسے وقت میں فضلاء کے لئے کسی سمت اور رخ کا تعین ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔

آئندہ سطور میں مختلف اکابر کی تحریروں اور بیانات سے مذکورہ سوالات کے جوابات اور اس پراگندہ کیفیت میں صحیح مستقبل کی تلاش کے حوالے سے ایسے اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں جو طلبہ کے لیے نشان منزل ثابت ہوں گے ان شاء اللہ!۔

علماء کرام اور فضلائے مدارس، مستقبل کی ذمہ داریاں اور فرائض:...... "دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کی اختتامی تقریب ختم بخاری شریف کے موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ کی فراغت کی خوشی ہے لیکن آپ کی عظیم ذمہ داری کی فکر ہے، اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ......اس آیت کے تناظر میں آج کے دور میں آپ حضرات حامل قرآن بن رہے ہیں، مختلف افراد اور طبقات اپنی زندگی میں دوسرے وظائف اور ذمہ داریوں کو اپنی شناخت بناتے ہیں؛ مثلاً سائنسدان، وکلاء، جج حضرات، دکاردار وغیرہ لیکن آپ طالبان علوم نبوت اور عاملان علوم شریعت بنے ہیں۔

۱۔ محاذ جنگ میں پہلا قدم:...... یہاں سے رخصت ہونے کے بعد آپ کو مختلف محاذ نظر آئیں گے، آپ نے ان میں سے کسی مورچے کو سنبھالنا ہے جن میں الحاد، انکار حدیث، سوء ظن، سوء فہم، مغربیت، رسوم و بدعات اور مختلف گمراہیاں اور فتنے شامل ہیں۔

۲۔ خود کو دین کے لیے وقف کر دیں:...... جہاں بھی جاؤ اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کر دو، معاش کے راستے اللہ تعالیٰ کھول دیں گے، چند دن عسرت کے بھی آ سکتے ہیں لیکن عسر کے بعد یسر چلا آتا ہے، فتوحات کے دروازے

محنتوں کے رستے سے کھلتے ہیں۔

۳۔اپنے اکابر کو نمونہ بناؤ:......اکابرین میں سے جن سے زیادہ متاثر ہوں،ان کے حالات معلوم کروان کو پڑھو اوران کے نقش قدم پر چلو۔

۴۔حکمت اور صبر سے کام لو:......اپنے اکابر کی انتہائی حالت دیکھ کران جیسا بننے کی فوراً کوشش نہ کرنا بلکہ اپنے اکابر کے ابتدائی حالات پڑھ کرصبر وحکمت سے چلنا۔

۵۔پیوستہ رہ شجر سے:......اپنے اساتذہ،اکابراور مرکزعلمی سے اپنا تعلق اور رابطہ رکھیں،خاص طور پر اجتماعی معاملات میں انفرادی رائے قائم کرنے کی بجائے اکابر سے رابطہ کر کے رائے قائم کریں۔(مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک،مارچ 1989)

۶۔فضلاء اور علماء کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت:......حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی مجالس کو''صحبتے با اہل حق'' کے نام سے جمع کیا،اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک روز حسب معمول بعد العصر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری ہوئی،صوبہ سرحد سے آئے ہوئے مہمانوں کے علاوہ،آزاد کشمیر سے علماء بھی آئے ہوئے تھے ان کے سامنے حضرت نے ارشادفرمایا:

حضرت ابن عباس رض کی خدمت میں ایک مرتبہ دو تلامذہ حاضر ہوئے اور عرض کیا،ہم نے شام کو جہاد اور تبلیغ کی نیت سے جانے کا ارادہ کیا ہوا ہے،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کے اس عزم پر بڑے خوش ہوئے،بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: **انکما عالجان فعالجا عن دینکما** تم دونوں جوان ہو،ہمت اور جوانمردی سے دین کی خدمت اور مدافعت کرو۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:فضلاء کو دینی کام کرتے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت ملحوظ رکھنی چاہیے اور دین کی مدافعت کرنی چاہیے۔

۷۔طلباء کے اعمال اساتذہ کی پگڑی ہوا کرتے ہیں:......حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:دیکھو جو پگڑی تم نے ہم سے بندھوائی ہے،کمزور کردار سے یہ ہمارے سروں سے ہرگز نہ اتارنا،اگر تم نے غلط کیا تو لوگ کہیں گے ان کے اساتذہ کا بھی یہی راستہ ہوگا۔

۸۔تواضع کا راستہ اختیار کرنا:......حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی ہونے کے باوجود پڑوسیوں کے لیے سودا سلف لایا کرتے تھے۔(شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ،ماہنامہ الحق،جولائی 1988)

نئی نسل کے علماء وفضلاء کے نام ایک دردمندانہ پیغام:......حضرت مولانا عبدالقوی صاحب ہندوستان کے علماء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، اپنے فکر، علم وعمل میں اپنے اکابر واسلاف کے پوری طرح وارث نظر آتے ہیں، ذیل میں ان کے ایک مقالے سے کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں، جو انہوں نے معروف تعلیمی ادارے دارالعلوم حیدرآباد میں جلسہ ختم بخاری کے موقع پر پیش کیں:

۹۔صحبت کاملین کی ضرورت:......اللہ تعالیٰ نے نظام ہدایت کے لیے جہاں ''انزال کتب'' کا سلسلہ چلایا وہاں ''ارسال رسل وانبیاء'' کا سلسلہ بھی چلایا، علم کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ تزکیہ قلب ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ''صادقین'' کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا (سورہ توبہ) اور دوسری جگہ ''لیس البر الخ ''اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون''سورۃ البقرہ میں صادقین کا تعارف کرایا کہ صادقین وہ اصحاب علم وعمل ہیں جن کی زندگی امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کا مظہر جمیل بنی ہوئی ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ سے صحبت صالحین ورفاقت کاملین کی نعمت طلب کروں گا۔

ان کے شاگرد حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ ''مالا بدمنہ'' میں کتاب الحج کے اختتام پر کتاب الاحسان کا آغاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کہ جو کچھ ہم نے گذشتہ صفحات میں بیان کیا ہے وہ شریعت کا ظاہر اور پوست تھا ، یہاں سے شریعت کے مغز اور باطن کو بیان کرتے ہیں اور معلوم ہونا چاہیے کہ مغز شریعت کتابوں سے نہیں، اللہ والوں اور خدا رسیدہ بزرگوں کی صحبت سے ملتا ہے۔ البتہ ایک بات ہے کہ قرون اولیٰ میں چونکہ صدق وصفائی ظاہراً وباطناً غالب تھی، اس لیے حقیقت اور مطلوب تک رسائی آسان تھی، لیکن بعد میں جیسے جیسے زوال آتا گیا اور تلبیس کے راستے کھلنے لگے تو سلف صالحین نے جس طرح حفاظت قرآن کے لیے اصول تجوید وتفسیر، حفاظت حدیث کے لیے اسماء الرجال اور اصول حدیث اور احکام اسلامی کی حفاظت کے لیے اصول فقہ ائمہ فن نے مدون کیے جو ان مقاصد کے لیے ذرائع اور وسائل کا درجہ رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ماہرین علوم باطنہ اور طبیبان روح نے بھی احسان و سلوک کی حفاظت کے لیے کاملین کے اوصاف کی نشاندہی کی اور تکمیل کے طریقوں کی ترتیب وضع کیں اور انہیں بطورِ فن مدون کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ گدی نشینی، خلافت کی بلا اہلیت تقسیم اور تصوف کے نام پر تکلف وتصنع بلکہ دنیا داری نے تصوف کی ساکھ کو بہت نقصان پہنچایا ورنہ کون اس کی اہمیت اور افادیت سے انکار کرسکتا ہے۔ ہمارے اکابر باوجود جبال علم وفہم ہونے کے اپنے مشائخ کی خدمتوں اور صحبتوں میں رہنے کے لیے اپنی تمام تر علمی وتحقیقی مصروفیات کے باوجود وقت نکالتے تھے اور ان کی نگرانی ورہنمائی میں سراپا اطاعت ہو کر ریاضت ومجاہدے کے

مراحل سے گذرتے تھے، آج کے لوگ ان سے ہر اعتبار سے کم ہونے کے باوجود کیوں وقت نہیں نکال سکتے۔''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا، حضرت! جو علوم آپ بیان فرماتے ہیں، آپ کون سی ''کتب'' کا مطالعہ فرماتے ہیں؟ جواب دیا:" کتب تو زیادہ نہیں دیکھیں البتہ چند ''قطب'' کو دیکھا اور ان سے فیض اٹھایا ہے، یعنی حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت مولانا یعقوب صاحب اور شیخ الہند رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (نئی نسل کے علماء و فضلاء کے نام ایک دردمند پیغام، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، جون 2015)

۱۰۔طلبہ کی قسمیں اور تشکیل:......حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس ہیں، علماء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، سنن ترمذی پر ان کی مشہور شرح"تحفۃ الالمعی "میں ان کے خطاب سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے، یہ خطاب انہوں نے ترمذی جلد اول کے اختتام پر دار العلوم دیوبند میں طلبہ کے سامنے کیا۔حضرت مولانا سعید پالن پوری صاحب نے طلبہ کو استعداد کے اعتبار سے تین قسمیں بنا کر ہر ایک کو الگ مشورہ دیا ہے، اعلیٰ استعداد والوں کو تدریس، متوسط استعداد والوں کو طالب علمی اور کمزور استعداد والوں کو تبلیغ، امامت یا کاروبار کا مشورہ دیا ہے۔ (تحفۃ الالمعی، ج ششم)

۱۱۔خودداری اور غیرت:......حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ اپنے وقت کے عظیم مفکر اور داعی تھے، امت کے ہر طبقے کو آپ کی ذات سے فائدہ پہنچا ہے، ذیل میں ان کے خطبات میں"مدرسہ کیا ہے؟" کے عنوان سے ان کے خطاب میں سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ضمیر فروشی، اصول فروشی، اور اخلاق فروشی کے دور میں باضمیر، باعقیدہ، باایمان، باحوصلہ اور باہمت علماء کی ضرورت ہے، علمائے حق اور علمائے ربانیین کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے، ہاتھ نہ پھیلائیں، ایسے ہی افراد اور علماء کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ (خطبات علی میاں، ج6، مدرسہ کیا ہے؟)

جدید فضلاء ان چنیدہ قیمتی نکات کو حرز جان بنالیں اور اپنی زندگیوں میں راسخ کرلیں تو ان شاء اللہ کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔

(**بقیہ: سالانہ اجلاس مسؤولین، بلوچستان**) ایک یہ کہ ہر مسؤل مکلف ہے کہ سوالیہ پرچہ جات خود ہی وصول کرلے، اور دوسرا یہ کہ: کہ پرائیویٹ طلبہ کے داخلے کا روک تھام کیسے ہو سکے اور حسبِ ضابطہ وفاق نتیجہ کالعدم اور مدرسے کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے گی۔ حضرت ناظم صاحب اور تمام مسؤولین نے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب دامت برکاتہم، صدرِ وفاق شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی اور ناظمِ اعلیٰ حضرت قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم العالیہ کے اس آئینی اور قانونی فتح پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دی اور حضرت ناظم صاحب کی ضیافت پر یہ مبارک مجلس اختتام کو پہنچی۔

یونیورسٹیوں اور مدارسِ دینیہ کے ذرائع آمدن

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں یونیورسٹی آف آکسفور برطانیہ، یونیورسٹی آف کیمبرج برطانیہ، میساچیوسٹس انسٹیوٹ آف ٹیکنالوجی امریکہ، ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ، اسٹینفورڈ یونیورسٹی امریکہ، ای ٹی ایچ زیورخ سویٹزرلینڈ وغیرہ شامل ہیں۔ دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں کی اکثریت مغربی ترقی یافتہ ممالک میں موجود ہے۔ٹائمز ہائیر ایجوکیشن کی یونیورسٹیوں کی 2024 کی عالمی رینکنگ کے مطابق دنیا کی سو بہترین یونیورسٹیوں میں سے کوئی ایک بھی اسلامی ملک میں موجود نہیں۔ یہ یقیناً ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ اُمت مسلمہ عصری سائنسی علوم و تحقیق میں بہت پیچھے ہے۔

مغربی ممالک میں موجود دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں جو عصری سائنسی تعلیم فراہم کی جاتی ہے اس سے جو انسانی ذہن تشکیل پاتا ہے اس کے رگ و پے میں مادیت پرستی چھائی ہوتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مخلص سائنسدان اور محققین انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں مگر عوام کی اکثریت دنیاوی اسباب، مادیت پرستی، اور پیٹ بھرنے کے لیے ہی ان یونیورسٹیوں کا رُخ کرتے ہیں۔اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جتنی بہترین یونیورسٹی ہوگی اس کا سائنسی تحقیق، تدریس، اور تعلیم کا معیار اعلیٰ ہوگا۔ نیز جیسے جیسے ہم یونیورسٹیوں کی رینکنگ کے حساب کے نیچے آئیں گے، ہمیں ان یونیورسٹیوں میں سہولیات کا فقدان اور سائنسی تحقیق وتدریس کے معیار میں تنزلی محسوس ہوگی۔

یونیورسٹیوں کو چلانے کے لیے عالمی سطح پر کئی گورننس ماڈلز پر موجود ہیں جن میں پبلک سیکٹر کی یونیورسٹیاں، پرائیوٹ سیکٹر کی یونیورسٹیاں اور سیمی پرائیوٹ سیکٹر کی یونیورسٹیاں شامل ہیں۔عمومی طور پر ان یونیورسٹیوں کے ذرائع آمدن کے لیے کئی طریقہ کار اختیار کیے جاتے ہیں جو کہ ان کے گورننس ماڈلز پر انحصار کرتے ہیں مگر ہم یہاں عمومی طور پر یونیورسٹیوں کے ذرائع آمدن کا ذکر کرتے ہیں۔ اول ان یونیورسٹیوں کو چلانے کے لیے حکومتیں ایک خطیر رقم فراہم کرتی ہیں۔ ان یونیورسٹیوں کو اس خطیر رقم کا ایک معتدبہ حصہ ملکی یعنی وفاقی حکومت کی جانب سے ملتا ہے اور کچھ حصہ مقامی وعلاقائی حکومت کی جانب سے ملتا ہے۔ملکی وعلاقائی حکومتوں کی جانب سے یونیورسٹیوں کو جاری ہونے والے فنڈ کی مقدار کئی عوامل پر انحصار کرتی ہے جن میں ان

یونیورسٹیوں کی کارکردگی، ملکی و علاقائی سیاست، تدریس وتحقیق کا معیار، طلبائے کرام و اساتذہ کی تعداد، یونیورسٹی کا حجم وغیرہ شامل ہیں۔

دوسرا ذریعہ آمدن ان یونیورسٹیوں کا طلبائے کرام سے بھاری رقم فیس وصول کرکے ہوتا ہے۔ پبلک سیکٹر یونیورسٹیوں کی فیس کم ہوتی ہے جبکہ پرائیوٹ سیکٹر کی یونیورسٹیوں کی بھاری بھرکم فیس ہوتی ہے۔ میساچیوسٹس انسٹیوٹ آف ٹیکنالوجی امریکہ کی ایک طالبعلم کے ایک سال کے اخراجات (ٹیوشن فیس، ہاسٹل، کھانے پینے، کتب وغیرہ) تقریباً چھیاسی ہزار امریکی ڈالر ہوتے ہیں جن میں سے باسٹھ ہزار امریکی ڈالر (تقریباً دو کروڑ چالیس لاکھ پاکستانی روپے) سالانہ صرف فیس کی مد میں ہیں۔

تیسرا ذریعہ آمدن یونیورسٹیوں کا پروجیکٹس فنڈنگ کی مد سے آتا ہے۔ یونیورسٹیوں میں سائنسدان اور محققین عالمی اور قومی سائنسی تحقیق کے فنڈنگ کے اداروں میں تحقیق کے لیے ریسرچ پروجیکٹ پروپوزل جمع کرواتے ہیں۔ ان ریسرچ پروپوزل کے منظور ہونے پر سائنسدان اور محققین کو بہت بڑی رقم ملتی ہے جس میں کچھ فیصد رقم یونیورسٹی کے انتظامی اخراجات کے لیے وقف ہوتی ہے اور باقی رقم اُس سائنسدان اور ریسرچر کو تحقیق کرنے کے لیے مہیا کی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ سائنسدان اور محقق ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کے طلباء رکھتا ہے، ان کی فیس اور اسکالرشپ دیتا ہے۔ نیز اسی رقم سے پوسٹ ڈاکٹریٹ، ریسرچ فیلو اور ایڈمن اسٹاف بھی رکھا جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق کے لیے کمپیوٹرز، لیبارٹری اور اس میں موجود مشینیں و آلات بھی کسی حد تک اسی رقم سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ نیز سائنسی تحقیقی مقالوں کو عالمی سائنسی کانفرنسوں میں پیش کرنا اور ان کانفرنسوں میں شامل ہونے کے لیے سفر سمیت تمام اخراجات بھی اسی مد سے آتے ہیں۔

چوتھا ذریعہ آمدن بعض یونیورسٹیوں میں اس طرح ہوتا ہے کہ سائنسدانوں، محققین اور ریسرچ فیلوز کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ اپنی تنخواہ کے کچھ فیصد حصے کا بندوبست خود کریں یعنی سائنسدان و محققین خود فنڈنگ لے کر آئیں جس سے ان کی تنخواہ ادا کی جائے۔ گو کہ یہ طریقہ کار اتنا پائیدار اور دیرپا نہیں ہوتا اور اس ماڈل پر جاب کرنے والے سائنسدان اور محققین کوشش کرتے ہیں کہ جلد از جلد پکی جاب حاصل کریں مگر یہ طریقہ آمدن ابھی بھی بعض یونیورسٹیوں میں رائج ہے۔

پانچوں ذریعہ آمدن یونیورسٹیوں کا انٹیلیکچول پراپرٹی Intellectual Property یعنی "فکری ملکیت" سے ہونے والی آمدنی سے ہوتا ہے جس میں سندِ حقِ ایجاد یعنی پیٹنٹ Patent، حقِ تصنیف، کاپی رائٹ، ٹریڈ مارکس، ٹریڈ سیکرٹ، سافٹ ویئر، ڈیزائن رائٹ وغیرہ سے ہونے والی آمدنی بھی شامل ہے۔ انٹیلیکچول پراپرٹی سے ہونے

والی آمدنی کے بارے میں یونیورسٹیوں کی پالیسی مختلف ہوتی ہیں مثلاً اگر ایک انٹیلیکچول پراپرٹی (ایجاد) سے ایک لاکھ یورو کی آمدنی ہوئی تو اس ایجاد کو بنانے والے سائنسدان کو ستر فیصد حصہ، جبکہ یونیورسٹی کو تیس فیصد حصہ ملے گا۔ اگر ایک انٹیلیکچول پراپرٹی (ایجاد) سے آمدنی چار لاکھ یورو سے تجاوز کر جاتی ہے تو اس ایجاد کو بنانے والے سائنسدان کو چالیس فیصد حصہ، جبکہ یونیورسٹی کو ساٹھ فیصد حصہ ملے گا۔ اسی طریقے سے یونیورسٹی کے سائنسدان اور محققین اگر کوئی سائنسی تحقیقی کام کرتے ہیں جس کو کمرشلائز کرنا ہو تو اسپن آوٹ کمپنی Spinout Company بنائی جاتی ہے جس میں یونیورسٹی کا شیئر ہوتا ہے۔ مثلاً یونیورسٹی آف آکسفورڈ برطانیہ کے سائنسدانوں اور محققین نے کرونا ویکسین بنائی اور اس بنانے کے نتیجے میں یونیورسٹی آف آکسفورڈ برطانیہ کو خطیر رقم آمدن کی مد میں ملی۔

چھٹا ذریعہ آمدن یونیورسٹیوں کا اپنی خدمات اور پراپرٹی کو دے کر پیسے کمانا ہوتا ہے۔ ساتواں ذریعہ آمدن ان یونیورسٹیوں کا دنیا بھر سے طلباء کو اپنے پاس بلا کر داخلہ دینا ہوتا ہے۔ امریکہ و برطانیہ ہی کی مثال لے لیجئے، ان دونوں ملکوں کی بعض یونیورسٹیوں کے وفود ہر سال ترقی پذیر ممالک جن میں ایشیائی ممالک، خلیجی ممالک، اور افریقی ممالک شامل ہیں، کا بالخصوص دورہ کرتے ہیں اور وہاں کے امیر گھرانوں کے بچوں کو انتہائی مہنگی فیس کے عوض اپنی یونیورسٹیوں میں داخلہ دیتے ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ کی رپورٹ کے مطابق سال 2022 اور 2023 کے اندر تقریباً ساڑھے سات لاکھ بین الاقوامی طلباء نے برطانوی یونیورسٹیوں میں پڑھا جن میں پچانوے ہزار یورپی ممالک سے تعلق رکھتے تھے جبکہ چھ لاکھ ساٹھ ہزار طلباء یورپ کے باہر سے تھے۔ وہ چار ممالک جنہوں نے سب سے زیادہ طلباء برطانیہ بھیجے ان میں انڈیا نے 126000، چین نے 102795، نائجیریا نے 53790، اور پاکستان نے 24950 طلباء بھیجے۔

اسی طریقے سے اور بھی کئی ذرائع ہوتے ہیں جن کی مدد سے یونیورسٹیاں اپنے ذرائع آمدن بڑھاتی ہیں جن میں اینڈومنٹ فنڈ Endowment Fund اور اوقاف، اور ڈونیشن یا عطیات شامل ہیں۔ دنیا کے کھرب پتی افراد اور ان کے رفاہی ادارے یونیورسٹیوں کی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ ہوتے ہیں مثلاً برطانوی ارب پتی سر ڈیوڈ ہارڈنگ Sir David Harding نے 2019 میں سو ملین برطانوی پاؤنڈ یونیورسٹی آف کیمبرج برطانیہ کو سو کے قریب پی ایچ ڈی طلبائے رکھنے کے لیے عطیہ کیے۔ غرض عصری تعلیمی اداروں اور بالخصوص دنیا کے یونیورسٹیوں میں ذرائع آمدن کے لیے باقاعدہ ڈیپارٹمنٹ موجود ہوتے ہیں جو کہ آمدنی کو بڑھانے کے لیے کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

راقم نے بھی چونکہ انہی عصری تعلیمی اداروں سے سائنسی تعلیم حاصل کی ہے اور اپنی زندگی انہی یونیورسٹیوں میں

پڑھتے پڑھاتے گزاری ہے لہذا ذہن میں اکثر یہ خیال آیا کہ کیوں نہ مدارسِ دینیہ کو بھی اسی یونیورسٹی ماڈل پر ڈھالا جائے؟ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے اکابرینِ اُمت اور مفتیانِ کرام کو جنہوں نے راقم کی صحیح سمت رہنمائی کی اور واضح کیا کہ میرا یہ خیال غلط ہے اور خلط مبحث ہے۔

علمائے کرام کی صحیح دینی رہنمائی کے حوالے سے کچھ واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ یہ کوئی 1998 کا زمانہ ہوگا جب راقم کالج جاتا تھا، اس وقت مدنی مسجد کراچی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مغرب کے بیان میں جو بات کانوں میں پڑی وہ یہ کہ "اللہ سے ہوتا ہے، اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہوتا۔ ڈگری، پیسہ، مال و دولت، ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ صرف اللہ سے ہوتا ہے"۔ الحمدللہ پھر علمائے کرام سے تعلق مزید گہرا ہوا اور اللہ نے توفیق دی کہ اکابرینِ اُمت اور صحابہ کرام کے واقعات پڑھوں جن میں جا بجا اللہ کے خزانوں سے براہ راست لینے کے واقعات کا ذکر آیا ہے۔ پھر جب کمپیوٹر سسٹم انجینئر نگ کی تعلیم کے دوران 2002 میں چھٹیوں میں چلے پر جانا ہوا تو رائے ونڈ سے فارغ علمائے کرام کے ساتھ وقت لگانے کا موقع ملا۔ یہ دو نوجوان علمائے کرام سال کی تشکیل پر تھے اور ان کے ساتھ پندرہ دن کی تشکیل دی۔ انہی میں سے ایک نوجوان عالم کو جماعت کا امیر بھی متعین کیا گیا تھا۔ ایک دن راقم کو ایک اور ساتھی کے ساتھ خدمت (کھانا پکانے) کی ذمہ داری دی گئی۔ الحمدللہ دوپہر کا کھانا پوری جماعت کے لیے تیار ہونے والا تھا کہ امیر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ کچھ مزید ساتھی کھانے میں شریک ہوں گے۔ اب راقم بہت پریشان ہوا کہ کھانا تو اتنے افراد کے لیے تیار نہیں کیا گیا۔ فرمایا کہ بھائی کھانا پکاتے ہوئے سورۃ یسین پڑھو اور دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے مدد طلب کرو، اللہ پاک کھانے میں برکت دے گا۔ اب ہم جیسے دنیا دار انجینئر نگ یونیورسٹی کے طلباء کو علمائے کرام نہ صرف یہ کہ رجوع الی اللہ کی ترغیب دے رہے ہیں بلکہ عملی مشق کے ذریعے اللہ کے خزانوں سے لینے کا طریقہ تلقین کر رہے ہیں۔ اسی طریقے سے تبلیغی مرکز رائے ونڈ جانا ہوا تو وہاں تبلیغی مرکز کی بے سروسامانی دیکھ کر کئی خیالات آئے کہ کیوں یہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں اور شان و شوکت اختیار نہیں کرتے؟ یہ بھی خیال آیا کہ کیوں یہ دین کی دعوت کو سینہ بہ سینہ پھیلانے کی ترغیب دیتے ہیں؟ یعنی ایک طرف باطل قوتیں اور کفار اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ہیں، دنیاوی اسباب سے لدے ہوئے اور دوسری طرف یہ ترغیب دی جا رہی ہے کہ اللہ کی ذات پر توکل کیا جائے، اسباب کو اسباب کے درجے میں رکھ کر محنت کی جائے اور رجوع الی اللہ کیا جائے۔ وہاں پر موجود تبلیغی ساتھیوں نے ذہن کو صاف کیا کہ ہماری نظر مادی اسباب پر نہیں ہونی چاہیے، اسباب کا انکار نہیں مگر نظر مسبب الاسباب پر ہونی چاہیے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ مغرب کی

یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

اسی طرح مدارسِ دینیہ جانے اور اکابرین کے بیانات سننے کا اتفاق ہوتا رہا جن میں حکیم اختر رحمہ اللہ علیہ کی مجالس، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی اتوار کی مجالس وغیرہ شامل ہیں۔ نیز حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سال عصر تا عشاء گزارنے کی بھی توفیق ملی۔ انہی حضرات کی تھوڑی باتیں سننے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ذہن میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ مدارسِ دینیہ براہ راست اللہ کی مدد سے چلتے ہیں اور مسلمانوں کو مغربی علوم، سائنس وٹیکنالوجی اور جدیدیت سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

پھر اکابرین ہی کی رائے اور مشورہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری فرانس سے حاصل کی اور سائنسی علوم وٹیکنالوجی میں اپنا لوہا منوا کر دنیا کے بہترین سائنسدانوں میں تین مرتبہ اپنا نام شامل کروایا الحمدللہ اور ابھی بھی کمپیوٹر سائنس کی دنیا میں عالمی معیار کی سائنسی تحقیق کر کے مسلمانوں کا لوہا منوا رہا ہوں۔ قارئین یاد رکھیئے کہ راقم ایک کمپیوٹر سائنسدان ہے اور دنیا دار بندہ ہے اور جب مادیت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے اکتا جاتا ہے تو تقویٰ وللّٰہیت کے حصول کے لیے مدارسِ دینیہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ صرف میرا مسئلہ نہیں بلکہ جتنے بھی ہم جیسے دنیا دار لوگ ہیں، ان کو مدارسِ دینیہ اور علمائے کرام سے ہی رہنمائی ملتی ہے۔ ہم جیسے دنیا دار لوگوں کے دلوں پر جب دنیا کی محبت، مادیت پرستی، عقل پرستی، اور جدیدیت کا اثر ہونے لگتا ہے تو جائے پناہ یہی مدارسِ دینیہ ہوتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اب بعض علمائے کرام اور مدارسِ ددینیہ کی ہی طرف سے مادیت، جدیدیت، اور اسباب پر نظر رکھنے کی دعوت اور عملی ترغیب دی جاری ہے تو ہم جیسا دنیا دار طبقہ کہاں جائے اور کہاں سے روحانیت، للّٰہیت، توکل علی اللہ حاصل کریں؟

آسان الفاظ میں جدیدیت اور مغربی افکار سے متاثر بعض لوگ کچھ مدارسِ دینیہ کی فکری رہنمائی کر رہے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی کے عنوان سے کر رہے ہیں۔ اُن کا مطمح نظر یہ ہے کہ جس طریقے سے مغربی یونیورسٹیوں میں آمدن کے مختلف ذرائع ہیں، یہی کچھ ذرائع مدارسِ دینیہ کو بھی اختیار کر لینے چاہیے۔ مثلاً مدارسِ دینیہ کے ذرائع آمدن سے متعلق یہ کہا جارہا ہے کہ:

”مدارسِ دینیہ کو اپنے ذرائع آمدن کے لیے چار ذرائع اختیار کرنے چاہییں۔ پہلا ذریعہ یہ کہ جو مدارس کے طلباء

اپنے اخراجات خود برداشت کر سکتے ہیں ان کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ اپنے اخراجات دیں۔ مدارس اس کی تحقیق کریں کہ جو بچے کھاتے پیتے ہیں ان کو بتائیں کہ وہ اپنا خرچہ خود برداشت کریں۔ ہمارے دین میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ کسی پر بوجھ بن جائیں۔ جب مدرسے پر خرچہ زیادہ بڑھتا ہے تو مدرسے کی تعلیم کی کوالٹی گر جاتی ہے، اساتذہ کی تنخواہیں رہ جاتی ہیں اور پھر مُہتمم سارے اپنے کام چھوڑ چھاڑ کر اسی مانگنے پہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ دوسرا ذریعہ یہ کہ مدارس کے پاس انڈومنٹ فنڈ اور اوقاف ہونے چاہییں ۔ تیسرا ذریعہ یہ کہ مدرسے کے اساتذہ اپنی خدمات لوگوں کو فراہم کر کے آمدن مدرسے میں لے کر آئیں۔ یہ اساتذہ ٹریننگ دیں اور اس کی فیس وصول کریں، اپنی کمپنیاں بنائیں۔ اور چوتھا ذریعہ ڈونیشن اور عطیات کا ہونا چاہیے۔ ”

یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے اور دل خون کے آنسو روتا ہے کہ جنھوں نے اُمت مسلمہ کی نظریاتی و عملی رہنمائی کرنی تھی، جنھوں نے لوگوں کی نظریں اسباب سے ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف پھیرنی تھیں، جنھوں نے تصلّب اختیار کرنا تھا، جنھوں نے اکابرین کے طریقہ کار کو عملی طور پر اختیار کر کے ہم جیسے دنیادار لوگوں کے لیے عملی مثال بننا تھا، اب وہی لوگ دنیاوی اسباب اختیار کرنے کی تلقین کر رہے ہیں، اب وہی لوگ جدیدیت سے متاثر ہو گئے ہیں، اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

غرض یہ تقویٰ، اخلاص، للّٰہیت اور تربیت ظاہر و باطن ہی ہے جو کہ ان مدارسِ دینیہ کا خَاصَہ ہے۔ اب اگر یہ اخلاص، تقویٰ اور للّٰہیت مدارسِ دینیہ سے عنقا کر دی جائے تو عصری علوم کے اداروں سے فراغت حاصل کرنے والوں اور مدارسِ دینیہ سے فارغ علمائے کرام میں کیا فرق رہ جائے گا؟ اور کس طریقے سے ان دینی مدارس سے فارغ علمائے کرام معاشرے میں سدھار پیدا کر سکیں گے؟ اور پھر کس طریقے سے ان دینی مدارس سے فارغ علمائے کرام اسلام اور ملک و ملت کو اپنے ذاتی مفادات پر ترجیح دیں گے؟ نیز پھر ان مدارس سے فارغ ہونے والوں میں اور مغربی ممالک کے لادینی عصری اداروں سے دینی اسلامی تعلیم حاصل کرنے والوں میں کیا فرق رہ جائے گا؟ غرض یہ مدارسِ دینیہ ہی ہیں جو کہ دین کو اپنی اصل شکل میں قائم رکھنے میں معاون و مددگار رہیں۔ مسلمانوں کو کمزور اور ختم کرنے کیلئے باطل کی چالوں میں سے ایک چال یہ ہے کہ کسی طریقے سے مدارسِ دینیہ کو کمزور اور ختم کر دیا جائے اور اس کے لیے جو عملی صورت اختیار کی جا رہی ہے وہ یہ کہ ان مدارسِ دینیہ کو بھی یونیورسٹیوں کی نہج پر ڈالا جائے۔ ہماری گزارش ہے کہ مدارسِ دینیہ عصری تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کی نقالی کو اپنانے کے بجائے اپنی نہج پر قائم رہیں۔

دیکھئے مدارسِ دینیہ کی آمدن سے متعلق اکابرین کی سوچ کچھ یوں تھی:

”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حدیث کے دورے میں ستر

ستر طالب علم ہوتے تھے، ان کا کھانا بھی کپڑا بھی ہوتا تھا، مگر کوئی فکر ہی نہیں، نہ چندے کی تحریک، نہ کبھی کسی سے فرمایا، ایک کمرہ بھی نہیں بنوایا، نہ وہاں چندہ تھا نہ کچھ تھا، پھر بھی وہاں خندہ ہی خندہ تھا۔"

(حوالہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، جلد ۱۷، حسن العزیز جلد ۱، ملفوظ ۷۵۱، صفحہ ۱۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ لاہور)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے دینی مدارس خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے قیام وبقا کے لئے جو دستور العمل تجویز فرمایا، اس میں تحریر ہے کہ:

"اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ بشرطِ توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا، اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانۂ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف ورجا جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امدادِ غیبی موقوف ہوجائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہوجائے گا، القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔"

(حوالہ: بانی دارالعلوم کا دستورِ عمل، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، صفحہ ۱۵۳)

جب دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جاچکی تو حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"عالم مثال میں اس مدرسے کی شکل ایک معلق ہانڈی کے مانند ہے، جب تک اس کا مدار توکل اور اعتماد علی اللہ پر رہے گا، یہ مدرسہ ترقی کرتا رہے گا۔ اس واقعہ کو حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کے اشعار میں نظم کیا ہے۔

اس کے بانی کی وصیت ہے کہ جب اس کے لئے کوئی سرمایہ بھروسہ کا ذرا ہوجائے گا پھر یہ قندیلِ معلق اور توکل کا چراغ یوں سمجھ لینا کہ بے نور وضیا ہوجائے گا" (حوالہ: تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، صفحہ ۷۴)

راقم جب مدارس کی آمدن سے متعلق کچھ لوگوں کی تقریر سنتا ہے اور اکابر کے تحریرات پڑھتا ہے تو تشویش ہوتی ہے۔ کیا مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام بوجھ ہیں جو مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام سے فیس وصول کی جائے؟ کیا مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام مہمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہیں ہیں؟ راقم کو یہ تشویش ہورہی ہے کہ ہمارے اکابرین کا مدارسِ دینیہ کے حوالے سے یہ طرزِ عمل نہیں تھا۔ علومِ نبوت حاصل کرنے والے طلبائے کرام کا تو اکرام کرنا چاہیے۔ مدارسِ دینیہ تو توکل علی اللہ کی بنیاد پر چلتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اگر آپ لوگ جدیدیت سے اتنے ہی متاثر ہوگئے ہیں کہ یونیورسٹیوں کے نظام آمدن کو اکابر کے منہج سے ہٹ کر مدارسِ دینیہ کے لیے اختیار کرنا چاہتے ہیں تو شوق سے کیجئے مگر مسلمان عوام کو "مدارس" کے عنوان سے دھوکہ میں مت ڈالیے! (باقی صفحہ نمبر: ۴۰)

اسرائیل اور غزہ؛ ایک تم ہو، ایک ہم ہیں

احمد سراج نقشبندی

گزشتہ دو ماہ کے دوران دو عظیم الشان واقعات رونما ہوئے، شام میں طویل مدت کے بعد حالات نے پلٹا کھایا، ایک سفاک آمر رخصت ہوا اور وہاں اہل ایمان کی جیت ہوئی، بدترین عقوبت خانوں سے برہا برس سے قید ہزاروں نفوس کی رہائی ہوئی۔ اہل شام نے خوف ودہشت سے آزاد فضاؤں میں سکھ کا سانس لیا۔

دوسرا اہم ترین واقعہ غزہ کی جنگ بندی کا ہے۔ ۷/اکتوبر کے بعد اسرائیل زخمی ہاتھی کی طرح غزہ پر چڑھ دوڑا تھا، پندرہ ماہ تک بدترین بم باری کرنے، پورے غزہ کو ملیامیٹ کرنے، لاکھوں فلسطینیوں کو بے گھر اور بے در کرنے کے باوجود وہ نہ تو فلسطینیوں کے حوصلوں کو توڑ سکا، نہ ان کے عزائم کو شکست دے سکا، نہ ہی انہیں اپنی سرزمین چھوڑنے پر مجبور کر سکا۔ بالآخر اُسے مذاکرات کی میز پر آکر جنگ بندی پر آمادہ ہونا پڑا۔

شمالی غزہ کے علاقہ نتساریم سے واپس ہونے والا اسرائیلی فوجی کہہ رہا تھا: ''ہمارے دل زخمی ہیں، اور ہم ایک بار پھر واپس آئیں گے۔'' اس کا یہ جملہ پڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد آیا جو آپ نے غزوۂ خندق میں احزاب کے واپس ہونے پر فرمایا تھا: الآن نغزوهم ولا يغزوننا، یعنی اب ہم ان پر حملہ آور ہوا کریں گے وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ غزوۂ خندق میں کفار مکہ نے اپنا پورا زور لگا دیا تھا، ان کا خیال تھا کہ وہ اس مرتبہ مدینہ کے اندر گھس کر اہلِ مدینہ کو ختم کر دیں گے اور رسول اسلام ومومنین کو بھی (خاکم بدہن) حملہ کی شدت ایسی تھی کہ قرآن نے اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''یاد کرو جب وہ تم پر تمہارے اوپر سے بھی چڑھ آئے تھے اور تمہارے نیچے سے بھی، اور جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں، اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے۔ اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سوچنے لگے تھے۔'' (سورۂ احزاب:10)

مکہ بلکہ پورے عرب کے اسلام مخالف قبائل ایک ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور ان کی تعداد بھی بہت تھی، بظاہر احوال مسلمانوں کے لیے ان کا مقابلہ آسان نہ تھا، لیکن تائیدِ غیبی نے پہلے تو مسلمانوں کو خندق کھودنے کی وہ تدبیر سجھائی جو کسی کے ذہن ودماغ میں نہیں آ سکتی تھی، پھر جب اہل مکہ نے محاصرے کا سوچا تو اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے بنا دیے کہ انھیں راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے یہ کلمات

ادا ہوئے تھے، اب تک جب بھی جنگ ہوئی تھی بدر سے خندق تک ہر بار مشرکینِ مکہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ اب ایسا نہ ہوگا، اب اہل اسلام ان پر حملہ آور ہوں گے، یہ ارشاد ایسا سچ ثابت ہوا کہ اس کے بعد کبھی دشمنان اسلام کی ہمت مدینہ پر چڑھائی کی نہ ہوئی۔ اللہ کرے کہ اسرائیل کا یہ حملہ بھی آخری حملہ ثابت ہو، اور اب اہل اسلام آگے بڑھ کر اسرائیل کی گردن دبوچیں، اللہ وہ دن بھی دکھائے جب ان ہی جیالوں کے ہاتھوں اس ناجائز ریاست کا خاتمہ ہو، اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

بہرحال غزہ جنگ بندی کے بعد قیدیوں کے تبادلے کے دوران غزہ کے تاریخی 'میدان فلسطین' میں اہل دنیا نے جو حیران کن نظارے دیکھے۔ جب حماس نے دوسری کھیپ کے طور پر اسرائیل کی ان چار خاتون فوجیوں کو رہا کیا جنہیں اس نے سات اکتوبر 2023 کو حملہ کر کے یرغمال بنالیا تھا۔ تین فوجی خواتین کو وہ اس سے قبل چھوڑ چکی تھی۔ اس طرح جنگ بندی کے اس دوسرے مرحلہ میں حماس نے سات خاتون فوجیوں کے بدلے میں ساڑھے تین سو سے زائد فلسطینیوں کو رہا کرایا۔ ان فلسطینی قیدیوں میں 60 فیصد تعداد ان قیدیوں کی ہے جو اسرائیل کی مختلف جیلوں میں عمر قید کی سزا کاٹ رہے تھے۔ ان میں تحریک آزادی کی مشہور خاتون لیڈر خالدہ جرار اور مشہور صحافیہ 'رولا حسنین' بھی شامل تھیں۔ دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ قیدیوں کے تبادلے کے مراحل کے دوران حماس نے عسکری' انتظامی' سیاسی' سفارتی اور اخلاقی محاذ پر عدیم المثال اشاراتی پیغامات دیے ہیں۔ دنیا کو دکھایا گیا کہ اسرائیل نے لاتعداد فوجیوں' خطرناک ٹینکوں' جنگی جہازوں' ہلاکت خیز گولہ بارود اور وحشیانہ بمباری کے ذریعہ جس حماس کو عسکری طور پر ختم کرنے کا اعلان کیا تھا وہ حماس پوری عسکری قوت کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ ان کے ہاتھوں میں اسی طرح کے ماڈرن' آٹومیٹک اور آتشیں ہتھیار تھے جو اسرائیل کی فوجوں کے ہاتھوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ ان کے چہروں پر کسی تکان کے آثار نہیں تھے بلکہ وہ ہشاش بشاش تھے۔ ان کی فوجی وردیوں کی چمک دمک سے نہیں لگتا تھا کہ اب ان کے پاس پہننے کو کچھ نہیں بچا ہے۔ وہ پا پیادہ نہیں سفید' چمکتی ہوئی اور مہنگی گاڑیوں اور فوجی موٹر سائیکلوں سے آئے تھے۔ زمین سے بلندی پر اسٹیج نصب کیا گیا تھا۔ ایک میز اور دو کرسیاں؛ جن پر بیٹھ کر حماس اور ریڈ کراس کے نمائندوں نے دستخط کر کے باقاعدہ حوالگی کی دستاویزات کا تبادلہ کیا۔ رہا کی جانے والی چار فوجی خواتین کو اطمینان سے گاڑیوں سے اتار کر اسٹیج کی طرف لے جایا گیا۔ ان کی حفاظت کیلئے حماس کے بندوق بردار انہیں حصار میں لئے ہوئے تھے۔ ان چاروں فوجی خواتین کو بھی حماس کے 'لوگو' چھپے ہوئے تھیلے دئے گئے۔ ان تھیلوں میں غزہ میں قید کے دوران لی گئی ان کی تصاویر' ان کی رہائی کے سرٹیفکیٹ اور ان کی بیماریوں کی تشخیص اور علاج کی تفصیل کے کاغذات وغیرہ تھے۔

دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ حماس نے ڈرون کے ذریعہ سٹی اسکوایر پر جمع سینکڑوں لوگوں پر مٹھائیوں کے پیکٹ

بھی گرائے۔ دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ ان چاروں فوجی خواتین نے اسٹیج پر چڑھ کر فلسطینی ہجوم کی طرف منہ کر کے ہاتھ ہلائے۔ ان کے چہروں پر فرحت وخوشی کے تاثرات تھے۔ دنیا نے دیکھا کہ ان چاروں نے صاف ستھری فوجی وردیاں پہن رکھی تھیں۔ ان کے چہرے پژمردہ نہیں تھے، آنکھوں میں کسی شکایت کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ ان کی ظاہری صحت ان کے چاق و چوبند ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔ واضح رہے کہ ان سے پہلے جن تین خواتین کو رہا کیا گیا تھا اسرائیل کے سرکاری ہسپتال نے ان کا چیک اپ کرنے کے بعد رپورٹ دی تھی کہ وہ دماغی اور جسمانی طور پر بالکل صحت مند ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حماس نے ایسے ماحول میں خود سے زیادہ ان کی جسمانی، غذائی اور طبی ضرورت کا بھرپور خیال رکھا جب چاروں طرف وحشیانہ بمباری جاری تھی۔ اب اسرائیل میں ٹی وی چینلوں پر بحث ہو رہی ہے کہ آخر جب نتن یاہو نے 470 دنوں کی بمباری میں 47 ہزار لوگوں کو قتل اور 90 فیصد غزہ کو ملبے کے ڈھیر میں بدل کر دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے حماس کی کمر توڑ دی ہے اور اب اس کے پاس صرف بیس فیصد ہی قوت رہ گئی ہے تو پھر یہ اتنی بڑی تعداد میں بندوق بردار کہاں سے آ گئے؟ آخر کیوں اتنی لمبی بمباری کی زد میں یہ نہیں آ سکے؟ یہ کہاں سے آتے ہیں اور پھر کہاں جا کر چھپ جاتے ہیں؟ انہوں نے آخر ہمارے شہریوں کو کہاں چھپا کر رکھا تھا؟ اسرائیل میں اس پر بھی بحث ہو رہی ہے کہ اگر حماس کی بچی ہوئی بیس فیصد قوت ایسی ہے کہ اسی کے ساتھ اسرائیل کو سمجھوتہ کرنا پڑا تو اگر اس نے دوبارہ کھوئی ہوئی قوت حاصل کر لی تو کیا ہوگا؟۔

جبکہ تھوڑا عرصہ قبل ہی امریکہ کے خفیہ اداروں نے رپورٹ دی ہے کہ حماس نے مزید بیس ہزار نوجوانوں کو بھرتی کر لیا ہے۔ فلسطین اور اسرائیل کے امور کے ماہرین کا خیال ہے کہ حماس نے 25 جنوری کی تقریب رہائی سے ایک ساتھ کئی پیغامات دے دئے ہیں:

1- غزہ پوری طرح اس کے زیر انتظام ہے۔

2- اسرائیل ابھی تک اس کی طاقت کو نہیں توڑ سکا ہے۔

3- حماس کو نہ صرف سیاسی اور عسکری برتری حاصل ہے بلکہ اسے سفارتی فہم وشعور کا بھی ادراک ہے۔

4- سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ وہ نیتن یاہو یا اسرائیل کی طرح اخلاقی طور پر کنگال نہیں ہے بلکہ وہ پوری طرح سے اخلاقی اقدار اور جنگ کے اسلامی اصولوں پر کاربند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف جہاں اسرائیل کی قید میں فلسطینیوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کی خبریں اور رپورٹیں آ رہی ہیں وہیں دوسری طرف حماس کی قید سے رہا ہو کر جانے والی یرغمال خواتین نے نہ صرف اس طرح کی کوئی شکایت نہیں کی ہے بلکہ خود ان کے ملک کے

سرکاری ہسپتالوں نے حماس کے حسن سلوک کی بالواسطہ طور پر تصدیق کر دی ہے۔

محض سات اسرائیلی فوجی خواتین کی رہائی کے عوض فلسطین کے ساڑھے تین سو سے زائد قیدیوں کی رہائی کے بھی دو بڑے پیغامات ہیں:

1- اسرائیل کیلئے پیغام یہ ہے کہ فلسطین کے قضیہ میں مذاکرات' گفتگو اور معاہدہ جس طاقت سے کیا جانا ضروری ہے وہ طاقت صرف اور صرف حماس ہے۔

2- دنیا اور اہل فلسطین کیلئے یہ پیغام ہے کہ صرف حماس کی ہی وجہ سے اتنی بڑی تعداد میں فلسطین کے قیدی اسرائیل کی جیل سے رہا ہو سکے اور حماس آج بھی غزہ پر اپنا انتظامی اثر ورسوخ رکھتی ہے۔

یہ قیدی صرف غزہ کے ہی نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق فلسطین کے ان علاقوں سے بھی ہے جن پر محمود عباس کی حکومت ہے۔ان میں سے ایک قیدی 'رائد سعدی' جنین کا ہے جو 36 سال کے بعد اسرائیل کی قید سے چھوٹ کر آیا ہے۔ جنین وہ مقام ہے جہاں جنگ بندی کے باوجود اسرائیل شہریوں پر ظلم کر رہا ہے۔

3- ایک پیغام یہ بھی ہے کہ اہل غزہ نے صرف حماس کو ہی سیاسی اور عسکری طاقت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔اس کا ثبوت غزہ کے مختلف شہروں میں سڑکوں پر آ کر خوشیاں منانے والے وہ مناظر ہیں جن میں غزہ کے لٹے پٹے لوگ حماس کی ستائش میں نغمے گا رہے ہیں۔کل دنیا نے سرزمین غزہ پر اسرائیل کے وحشی وزیر اعظم نیتن یاہو، امریکہ کے صہیونیت نواز سابق صدر جو بائیڈن اور امریکہ کے موجودہ فلسطین مخالف صدر ڈونالڈ ٹرمپ کو ایک ساتھ شکست فاش کھاتے ہوئے دیکھا۔اسرائیل کے شہریوں نے بھی دیکھا کہ ان کا سفاک وزیر اعظم درحقیقت کتنا کمزور ہے کہ جس طاقت کو اس نے برباد کر دینے کی قسم کھائی تھی اسی طاقت کے سامنے اسے ذلت آمیز معاہدہ کر کے جھکنا پڑا۔ عالمی برادری نے بھی دیکھ لیا کہ اسرائیل اخلاقی طور پر اپنے وجود کا جواز کھو چکا ہے اور یہ بھی دیکھ لیا کہ اہل فلسطین اخلاقی طور پر کتنے مضبوط ہیں؟!۔غزہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ میرے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ لو، ایک تم ہو؛ اور ایک ہم ہیں، دین اسلام کے متوالے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی!۔یہ اسلام کی حقانیت کی کتنی بڑی دلیل ہے؟!۔

شخصیت

مولانا مفتی عطاء الرحمن نور اللہ مرقدہ

ایک دوراندیش اور صاحب نظر استاذ کی رخصت

ابوعمار مولانا عبدالمالک

نائب رئیس جامعہ عثمانیہ شیر شاہ کراچی

شیخ الحدیث مفتی اعظم بہاولپور (ریاست)، وفاق المدارس العربیہ بہاولپور کے مسؤل، ہزاروں علماء مشائخ کے استاذ، دارالعلوم مدنیہ بہاولپور کے شیخ الحدیث ومدیر، مولانا مفتی عطاء الرحمن نور اللہ مرقدہ بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

09 رجب المرجب 1447ھ مطابق 10 جنوری 2025 بروز جمعۃ المبارک صبح نو بجے کے قریب میرے بڑے بھائی قاری عبدالخالق زید مجدہ کا فون آیا اور کہنے لگے کہ استاذ جی مفتی عطاء الرحمن نور اللہ مرقدہ کی وفات ہوگئی ہے، جیسے ہی وفات کی خبر موصول ہوئی تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ حضرت دار فانی سے رخصت ہوگئے ہیں، یہ انسان کا المیہ ہے کہ جس سے محبت کرتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی جدائی اور فراق کی خبر جھوٹی معلوم ہوتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی تو انہوں نے نہ صرف اس خبر کی تکذیب کی بل کہ یہ بھی فرمایا کہ جو بھی یہ کہے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ بہرحال یہ دنیا دارِ فانی ہے انسان کو کسی ناگہانی آفت کی خبر ملے وہ فوری یقین کرلے یا اس پر بعد میں یقین کرے، لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دنیا صرف مسافر خانہ ہے جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے جانا ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کی خوشبو ان کے انوارات تادیر باقی رہتے ہیں، ان میں سے ہمارے استاذ محترم بھی تھے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن اعلیٰ صفات اور بہترین اخلاق سے نوازا تھا ان کا احاطہ کما حقہ ممکن نہیں لیکن جو ان گنہگار آنکھوں نے 35 سے 40 سال میں دیکھا اسے سپرد قلم کر رہا ہوں۔

بندہ ناچیز نے ابتدائی درجات دارالعلوم مدنیہ ہی میں پڑھے ہیں۔ میں جب 1989 میں یہاں پڑھنے کے لیے آیا تو استاد محترم اس وقت یہاں صدر المدرسین بھی تھے اور صرف طلبہ میں ہی نہیں بلکہ اساتذہ کرام میں بھی استاذ محترم کا بہت زیادہ رعب اور دبدبہ تھا، اس کی وجہ استاذ محترم کا اصولوں پر خود کاربند رہنا اور دوسروں کو پابند کرنا تھا، حضرت کا معمول تھا کہ صبح مدرسہ شروع ہونے سے پہلے مدرسے میں آجاتے تھے اور شام کو واپس گھر تشریف لے

جاتے تھے اور پھر جب اہتمام حضرت کے سپرد ہوا اس کے کچھ عرصہ بعد استاذ محترم نے مستقل رہائش ہی مدرسے میں رکھ لی، پھر حضرت ہفتے میں ایک بار ہی گھر جایا کرتے تھے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے حضرت نے اپنے کمرے میں اے سی لگوایا اور اس کا میٹر الگ کروالیا اور اس کا بل حضرت ہمیشہ اپنی جیب ہی سے دیا کرتے تھے۔ بہر حال ہم لوگ جب درجہ ثانیہ میں آئے تو چونکہ اس وقت ان کے صاحبزادے احمد سفیان (اب وہ بھی ایک منجھے ہوئے مفتی اور بہترین مدرس ہیں) ہمارے ہم مکتب و ہم درس تھے، یہ ہمارے لیے خوش قسمتی تھی کہ استاذ محترم نے ابتدائی درجے یعنی ثانیہ کا سبق لے لیا اور ہمیں المختصر للقدوری از اول تا آخر پڑھائی۔ میرے خیال میں بعض اساتذہ کرام میں کچھ غیر معمولی خوبیاں ہوتی ہیں یہی خوبیاں ایسے اساتذہ کرام کو دوسرے اساتذہ سے ممتاز کرتی ہیں اور بعد میں ایسے استاذ کی محبت طلبہ کے دلوں میں سرایت کر جاتی ہے، اور ایسی محبت جو شاگردوں کے دلوں میں مرتے دم تک برقرار رہتی ہے۔ میں نے استاذ محترم میں چند چیزیں دیکھیں اس وقت تو اتنا احساس نہیں ہوا لیکن رفتہ رفتہ یہی چیزیں استاذ محترم کی محبت میں اضافے کا ذریعہ اور سبب بنیں۔ شروع شروع میں تو حضرت استاذ محترم کا دل میں خوف تھا قریب جانے سے بھی ڈر لگتا تھا، لیکن آہستہ آہستہ قلبی رجحان حضرت کی طرف ہوتا گیا، اور وقت گزرنے کے ساتھ دل میں جو خوف اور وحشت سی محسوس ہوتی تھی وہ بھی بتدریج کم ہوتی چلی گئی۔ راقم نے حضرت استاذ محترم کو جیسا دیکھا؛ چند نکات کی صورت میں تاثرات پیش خدمت ہیں:

(1) کلاس کے اندر سبق کی یاد دہانی میں سستی کو برداشت نہیں کرتے تھے، مناسب ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے، لیکن میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ استاذ محترم نے کسی کو غصے میں اتنا مارا ہو کہ اس مار کی وجہ سے جسم پر داغ پڑ گیا ہو، البتہ مارنے کے لیے جس وقت کسی کو پکڑتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بہت ماریں گے لیکن یہ صرف ان کے ڈرانے کا انداز ہوتا تھا، یہ سختی اسباق کے علاوہ بالکل نہیں ہوتی تھی۔ چھٹی کے وقت جو طلبہ خدمت کے لیے قریب رہتے تھے یا ویسے ملنے کے لیے آتے تھے تو مناسب انداز میں ان سے حال احوال پوچھا کرتے تھے۔

(2) جس طرح بعض اساتذہ کرام بہت لمبی چوڑی تقریریں کرتے ہیں اور طلبہ کو کتابوں سے بیگانہ کر دیتے ہیں اور اس فن سے متنفر کر دیتے ہیں؛ حضرت استاذ محترم کا انداز بالکل مختلف تھا، حضرت کی تدریس کی ایک خاصیت تھی کہ وہ صرف نفس کتاب پڑھاتے اور سمجھاتے تھے۔ ہم نے ایک گھنٹے میں مکمل المختصر للقدوری پڑھی، اور اسی سے فقہ سے کچھ مناسبت کچھ الفت کچھ تعلق بنا اور پیدا ہوا۔ یہ چیز بھی آج کل کے مدرسین کے لیے مشعل راہ ہے کہ جو کلاسوں میں قدوری شریف پڑھاتے ہوئے ہدایۃ کی تقریر کر رہے ہوتے ہیں اور اسی طرح ہدایۃ النحو پڑھاتے

ہوئے کافیہ کی قیل وقال پڑھا رہے ہوتے ہیں۔اور کافیہ پڑھاتے ہوئے شرح جامی اور ملا عبدالغفور کی قیل وقال پڑھا رہے ہوتے ہیں اور لمبی چوڑی اپنی تحقیقات بتا اور پڑھا رہے ہوتے ہیں، اس سے بعض حلقوں میں استاذ کا نام تو ہو جاتا ہے۔لیکن طلبہ کو اس سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے اس فن سے کما حقہ مناسبت نہیں ہو پاتی، بلکہ اکثر طلبہ اس طرح کے طرز تدریس سے اس فن کی بنیادی چیزوں کے سمجھنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔

(3) جس طرح میں نے شروع میں تحریر کیا کہ حضرت کے ابتدائی کلاسوں میں اسباق نہیں تھے لیکن ہماری خوش قسمتی کہ حضرت نے ثانیہ میں ہمیں سبق پڑھانا شروع کیا تو چونکہ ابتدائی درجہ تھا اس لیے حضرت طلبہ کی ہر ہر خامی پر نظر رکھتے تھے، کیونکہ اکثر طلبہ سکول سے پڑھ کر نہیں آئے تھے بلکہ کچھ طلبہ تو حفظ کر کے آئے تھے اور کچھ طلبہ حافظ بھی نہیں تھے تو اکثر طلبہ تحریر میں بہت زیادہ کمزور تھے، تو حضرت نے ہر طالب علم کو پابند کیا کہ روزانہ جو سبق پڑھو گے اس کی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھ کر لاؤ گے۔اگر کوئی طالب علم سبق لکھ کر کے نہ آتا تو حضرت اس کی سرزنش فرماتے، اس سے ساتھیوں کو بہت فائدہ ہوا۔

(4) حضرت استاذ محترم کی طلبہ کی مالی مشکلات وغیرہ پر بھی بڑی گہری نظر ہوتی تھی۔حضرت سالانہ امتحان میں وفاق المدارس کی طرف سے نگران اعلیٰ ہوا کرتے تھے تو بہاولپور سے باہر نگرانی کے لیے جانے سے ایک دن پہلے جن طلبہ کی مالی پوزیشن کمزور ہوتی ان کو اپنی طرف سے پیسے دے کر کے جایا کرتے تھے، اب اساتذہ کرام میں یہ چیز تقریباً ناپید نہیں تو کم از کم کم یاب ضرور ہے، اب تو بعض مدارس میں بعض اساتذہ کرام طلبہ کی مشکلات کا خیال رکھنے کی بجائے طلبہ سے مالی فوائد حاصل کرنے کی تگ ودو میں ہوتے ہیں۔

(5) ایک چیز جو بندہ ناچیز نے استاذ محترم میں بکثرت دیکھی وہ یہ تھی کہ جو طالب علم تھوڑی سی کوشش کرتا اور دوران سبق کچھ اچھے جوابات دیتا اس کو انعام ضرور دیا کرتے تھے۔حضرت کا یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا، میں نے جب کنز الدقائق کی شرح لکھی اور حضرت کو بھجوائی، بعد میں جب ملنے گیا تو حضرت بندہ ناچیز کی اس کاوش سے بہت خوش ہوئے اور جیب سے پیسے نکالے اور کہا کہ یہ میری طرف سے تیرے لیے انعام ہے۔

(6) طلبہ کے نام بگاڑ کر کے یا ایسے القاب سے کبھی بھی نہیں بلاتے تھے جس سے طلبہ کی ہتک عزت ہوتی ہو۔ میں درجہ ثالثہ میں تھا تو میں حضرت کے پاس آیا ہوا تھا کہ ایک طالب علم چھٹیوں میں ملنے کے لیے آیا تو حضرت نے کہا شیخ کیسے آنا ہوا میں سمجھا شاید حضرت مذاق میں یہ فرما رہے ہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ جو طلبہ خصوصا چھٹیوں میں ملنے کے لیے آتے ہیں تو حضرت ان کی حوصلہ افزائی اور ان کی تکریم کے لیے یہ القابات استعمال فرماتے ہیں۔

(7) حضرت کی عادت تھی کہ کسی بھی طالب علم کو اپنے کسی کام سے بھیجتے تو لاکھ منع کرنے پر بھی آنے جانے کا خرچ

ضرور دیا کرتے تھے۔ یہ چیز بھی اب بہت اساتذہ کرام میں نہیں ہے۔ کسی طالب علم کو کسی کام سے بھیجتے ہوئے پیسے دینے لگیں گے طالب علم نے ہلکا سا بھی منع کیا تو پیسے واپس جیب میں رکھ لیں گے۔ یا طالب علم کو کوئی چیز لینے کے لیے بھیجیں گے اور پیسے دینے لگیں گے اور طالب علم نے مروت میں کہہ دیا استاذ جی میں لے آتا ہوں تو پیسے واپس جیب میں رکھ لیتے ہیں۔ حالانکہ طلبہ پر اس طرح کا بوجھ ڈالنا بہت سی خرابیوں کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

(8) حضرت استاذِ محترم کی ایک اچھی عادت یہ بھی تھی کہ کسی طالب علم کو کسی کام سے بھیجتے تو پیسے دے کر کہتے اسے گن لو۔ ایک مرتبہ ہمارے ایک ساتھی کو کسی کو دینے کے لیے کچھ پیسے دیے تو وہ ساتھی پیسے جیب میں رکھنے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ اسے گن لو اس میں تمہارے لیے بھی بہتری ہے میرے لیے بھی، اس طرح حضرت چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ایک مشفق استاد کی طرح سکھلایا کرتے تھے۔

(9) عمومی طور پہ ایک یہ خامی پائی جاتی ہے جو طلبہ اساتذہ کی خدمت کرتے ہیں خصوصا ان اساتذہ کرام کی جو انتظامی معاملات میں ہوں تو ایسے اساتذہ کی خدمت کرنے والے طلبہ بداخلاق و بدتمیز سے ہو جاتے ہیں۔ حضرت اس کا خاص خیال رکھا کرتے تھے، اس چیز پر تنبیہ بھی فرماتے تھے کہ میری خدمت کرنے والا کسی طرح کی بداخلاقی بدتمیزی میں ملوث پایا گیا تو میں بہت سخت سزا دیتا ہوں۔ حضرت نے ایک بار فرمایا کہ ایک طالب علم میری خدمت کیا کرتا تھا طلبہ کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتا تھا، مجھے کسی نے بتایا، میں نے کہا کبھی اس طرح کی بات کرے تو مجھے بتانا، تو حضرت کو بتایا گیا تو حضرت نے اچھی خاصی سرزنش کی اور اسے خدمت سے برطرف کر دیا۔

(10) بعض حضرات مدرسے میں پڑھنے والے طالب علم کے لیے دنیاوی تعلیم کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن استاذ محترم کی دوراندیشی پہ قربان جاؤں کہ آج سے 35 سال پہلے اس ضرورت کو محسوس کر لیا تھا، اسی وجہ سے جن طلبہ میں یہ صلاحیت تھی تو حضرت ان کو خود بلا کر کے کہا کرتے تھے کہ فارغ اوقات کو ضائع کرنے کی بجائے ان کو کام میں لاؤ اور دنیاوی تعلیم کو بھی ساتھ میں جاری رکھو اسی طرح ہمارے بھی کئی ساتھیوں کو حضرت نے ترغیب دی حوصلہ افزائی فرمائی۔ انہی طلبہ میں سے ایک ہمارے ماموں مولانا عبدالصمد صاحب بھی تھے۔ حضرت نے ان سے بھی فرمایا کہ آپ میٹرک کا امتحان دو، حضرت واقعی دوراندیش تھے کہ جس چیز کو اہل مدارس آج ضرورت سمجھ رہے ہیں حضرت آج سے 35 سال پہلے اس کو ضرورت سمجھتے تھے جس وقت اس کو کوئی ضرورت ماننے کے لیے تیار بھی نہیں تھا۔

سالانہ اجلاس مسؤلینِ بلوچستان

مولانا سید عبدالرحیم الحسینی

2 رجب المرجب 1446ھ، (3 جنوری 2025) بروز جمعہ کوئٹہ میں صوبہ بلوچستان کے تمام مسؤ ولین کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا صلاح الدین ایوبی صاحب مدظلہم (ناظمِ بلوچستان) منعقد ہوا۔

اجلاس کا آغاز: اجلاس کا آغاز مولانا حفیظ اللہ صاحب (مسؤ ولِ بنین، کوئٹہ) کی تلاوت سے ہوا۔

تلاوت کے بعد دعا وایصالِ ثواب برائے والد مرحوم حضرت قاری غلام الرسول صاحب (مسؤ ول ضلع کوئٹہ برائے حفظ) اور مولانا محمد امان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مسؤ ول قلعہ سیف اللہ) کیلئے کیا گیا۔

بیانِ مولانا صلاح الدین ایوبی صاحب مدظلہم العالی:

تلاوت کے بعد حضرت ناظمِ بلوچستان مولانا صلاح الدین ایوبی صاحب مدظلہم نے تمام مسؤ ولین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ وفاق ہمارے لئے اور ہمارے مدارس کیلئے ایک عظیم نعمت ہے، چاہئے کہ ہر مسؤ ل وفاق کے کاموں میں بھر پور محنت سے کام لے اور ہمیشہ اس کی حفاظت اور استحکام کے لئے دعاء گو رہے۔ اور ہمیشہ وفاق کے اصول کو فوقیت دے کامیابی اس وقت ہاتھ آسکتی ہے کہ اپنے اکابر کا پروردہ درخت کی خوب سے خوب تر آبیاری کی جائے۔ حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم نے چند قیمتی ہدایات ان حضرات کے سامنے رکھا جن کا خلاصہ یہ ہے: نظم وضبط کا خاص خیال رکھنا، شخصی اغراض سے بالا ہو کر وفاق کی خدمت کو انجام دینا۔ تمام مسؤ ولینِ وفاق اپنے اپنے علاقے میں مدارس کے مہتممین کا اجلاس بلالے اور ہر مہتمم کو یہ ہدایت دی جائے کہ وفاق کے امتحانات میں نگرانی کیلئے مستعد حضرات دے دیں تاکہ طلبہ کو اچھی طرح سے سمجھا سکے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ 20 جنوری 2025 کو کوئٹہ میں تدریبِ حفظ کا اجلاس بلایا جائے اور قریب الاضلاع مسؤ ولین اور ممتحنین اعلیٰ حضرات میں اس شریک ہوں۔ اور اسی طرح امتحان سے پہلے ہر مسؤ ول اپنے اپنے علاقے میں نگران اعلیٰ حضرات اور ان کے معاونین کا اجلاس بلالے اور ان کو ضروری ہدایات بیان دے اور طلبہ کے ساتھ از حد نرمی اور نہ سختی کا معاملہ کیا جائے بلکہ اصول کے تحت ان کے ساتھ سلوک کیا جائے۔

اخیر میں حضرت ناظم صاحب نے دو باتیں ارشاد فرمائی: (باقی صفحہ: ۴۴)

تبصرہ کتب

حیات وخدمات شہید مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ

مولف: شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم۔صفحات ۱۶۰۔ ملنے کا پتا: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ۔رابطہ نمبر: 0301-3019928

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام محتاج تعارف نہیں۔آپ کی ذات کئی حوالوں سے منفرد تھی، آپ بیک وقت درس وتدریس، علم وقلم، ادب وتاریخ، جہاد ومزاحمت، سیاست وسیادت کے میدانوں میں رہنمائی، سرپرستی اور قیادت کا فریضہ انجام دیتے رہے، آپ کی دینی، ملّی اور تحریکی خدمات کا دورانیہ تقریباً ۷۵ برس پر محیط ہے۔آپ نے تادمِ آخر دینی وملی خدمات سے بھرپور متحرک اور قابلِ رشک زندگی گزاری۔

۲؍نومبر ۲۰۱۸ء کو حضرت مولانا سمیع الحق کو کچھ شقی القلب لوگوں نے نہایت بیدردی سے شہید کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم حضرت شہید رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید رفیق عزیز اور حبیبِ لبیب ہیں۔آپ نے حضرت شہید رحمہ اللہ کی حیات سعید میں ہی ان کی زندگی پر قلم اٹھایا اور دو ضخیم جلدوں میں اہل دل کے لیے گرانقدر سوانحی تحفہ پیش کیا۔زیر نظر کتاب اُسی سلسلے کی تیسری جلد ہے۔یہ تیسری جلد بھی سابق کی طرح حضرت مولانا سمیع الحق شہید کی محبتوں، شفقتوں اور رفاقتوں کی دِل پذیر داستان ہے۔اس کتاب میں حضرت حقانی صاحب کا مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کے بارے میں اظہاریہ اردو ادب کا نادر مرقع ہے۔قاری دوران مطالعہ محسوس کرتا ہے کہ سلاست، رَوانی، تراشیدہ الفاظ اور جملے صف بہ صف چلے آرہے ہیں۔حضرت حقانی صاحب زیدمجدہم کے قلم کو ایسا ہی لکھنا زیب دیتا ہے۔

ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت ''شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی''

ترتیب وتالیف: مولانا عمادالدین محمود۔صفحات: ۶۸۴۔طباعت: عمدہ۔ ملنے کا پتا: مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔رابطہ نمبر 0301-3019928

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی زیدمجدہم کی ذات بھی محتاج تعارف نہیں۔آپ کی شخصیت بجائے خود ایک دَبستان کی حیثیت اختیار کرچکی ہے۔آپ ایسے چراغِ راہ ہیں جس کی روشنی میں نوخیز ادیب اور مصنف راہ پاتے ہیں۔

مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم ۶۴ کتابوں کے مصنف ہیں، بعض کتابیں کئی کئی جلدوں پر محیط ہیں۔آپ کی

شرح مسلم ہی کا ناپ تول کرلیا جائے تو یہ شرح آپ کے نام کو زندہ و باقی رکھنے کے لیے کافی ہے۔ زیر نظر مجموعہ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک کی خصوصی اشاعت ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم کی تمام زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ نے بچپن ہی سے یتیمی، نامساعد حالات اور اقربا کی بے رخی کا سامنا کیا۔ خوش قسمتی کہ آپ کو والدہ ایسی ملیں جو ہر قیمت پر اپنے فرزند مسند علم پر کامیاب دیکھنا چاہتی تھیں۔ والدہ صاحبہ کی دعائیں، اور تھپکیاں تھیں کہ آپ علم وعمل کی منزلیں تیز رفتاری کے ساتھ طے کرتے چلے گئے۔ آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے منظور نظر شاگرد تھے۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک آپ کی مادرِعلمی اور بالآخر یہی آپ کے علم وقلم کی جولان گاہ بنا۔

زیر تبصرہ اشاعتِ خاص ۹ ؍ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں آپ کی پیدائش، خاندانی حالات، ابتدائی تعلیم وتربیت، تحصیل وتکمیل علم، دستار بندی، اساتذہ کرام کا تذکرہ، تدریسی زندگی کا آغاز، آپ کی تصنیفات، اور مقالات کا تعارف، جامعہ ابوہریرہ کا قیام واستحکام، خطابتی اور دعوتی مجالس اور ذوقِ شعروادب، تعلق بالقرآن، جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جو تمام کے تمام آپ کی حیات مستعار کے دائرہ میں آتے ہیں۔ حضرت شیخ حقانی مدظلہم پر یہ خصوصی اشاعت صرف قابل مطالعہ ہی نہیں بلکہ ایک راہنما دستاویز بھی ہے۔ اس ساری داستان سرائی کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ حضرت حقانی صاحب کی تمام زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ وہ ہمارے آج کل نوخیز فضلاء کی طرح کبھی بھی اور کہیں بھی اپنے نظام تعلیم سے شاکی نظر نہیں آئے بلکہ آپ سنگلاخ زمینوں میں بیج بوتے اور گل بوٹے کاشت کرتے ہیں۔ امید، جہد مسلسل اور اخلاص آپ کا طرہ امتیاز نظر آتا ہے۔ بایں وجہ اس خاص اشاعت کا نوخیز فضلاء کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

ناموں کے اثرات کی شرعی حقیقت

مولف: مولانا مفتی سید انور شاہ۔ صفحات: ۴۰۲۔ طباعت: عمدہ۔ ملنے کا پتا: مکتبۃ الحماد، دکان نمبر ۸، سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی۔ رابطہ نمبر 0334-3455955

نام کا شخصیت پر اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بچوں کے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اچھے نام کا شخصیت پر اچھا اثر ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ بچوں کے برے اور معیوب نام تبدیل فرمادیا کرتے تھے۔ زیر نظر کتاب میں اسی حوالے سے گرانقدر اور قابل مطالعہ مواد پیش کردیا گیا ہے۔ اس کی اجمالی فہرست پر نظر ڈالنے

سے معلوم ہوتا ہے کہ ''شخصیت پر نام کے اثرات''، ''شریعت اور جدید سائنس کی روشنی میں''، ''ناموں کے متعلق پیغمبر اسلام کی ہدایات''، ''اچھے اور عمدہ ناموں کی اقسام''، ''کنیت اور نسبتی ناموں کے احکام''، ''مذہبی القابات کی شرعی حیثیت''، ''انبیاءِ کرام کے مبارک نام''، ''خوب صورت اسلامی نام'' وغیرہ جیسے عنوانات پر قابل قدر مواد جمع کر دیا گیا ہے، ایسے ناموں کے متعلق بھی رہنمائی دی گئی ہے جن کے بارے معاشرے میں کھٹک موجود رہتی ہے۔ مثلاً افسانوں، ڈراموں، فلموں اور دیگر غیر شرعی پروگراموں سے نام رکھنے کا حکم، عبدالرسول، عبدالنبی، عبدالمصطفیٰ، وغیرہ نام رکھنے کا حکم، اسی طرح سمندر خان، طور خان، جمعہ خان، جیسے نام رکھنے کا حکم، جانور، دکان، مکان، کمپنی، فیکٹری، اور آلات کا نام رکھنا، علاقوں، چوکوں، سڑکوں کے نام رکھنا، نام کے ساتھ شاہ یا شاہ جی لگانا، اسی طرح اپنے نام کے ساتھ صدیقی، فاروقی، عثمانی وغیرہ لکھنا جب کہ نسب ثابت نہ ہو۔ ان تمام صورتوں کے احکام ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ہر عام مسلمان کے مطالعے کے قابل ہے ہی، دینی مدارس کے دارالافتاءات کو بھی اس کتاب سے استفادہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

خطباتِ بشیر فی سیرت سراج منیر

مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر۔ صفحات: ۱۶۰۔ طباعت: مناسب، کارڈ کور ٹائٹل۔ ملنے کا پتا: حق چار یار اکیڈمی گجرات، رابطہ نمبر: 0301-6223211

ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ مولانا عبدالحق خان بشیر زید مجدہم کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے قادیانی مبارک کیس پر سپریم کورٹ کے غیر منصفانہ فیصلے پر دیے، ان خطبات میں مولانا عبدالحق خان بشیر نے آئین و قانون اور شریعت اسلامیہ کی رو سے سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلے کا مختلف پہلوؤں سے نہ صرف جائزہ لیا ہے بلکہ اس فیصلے میں پائے جانے والے سقم بھی مدلل طور پر واضح کیے ہیں۔

اگرچہ بعد ازاں سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے کی درستی کر لی اور منشاءِ شریعت کے مطابق دی، لیکن بہر حال ان خطبات کی اپنی جگہ اہمیت ہے اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے ایک بہترین توشہ ہے۔

اشتہار